بانک کتابجاه
http://baask.com/literature

کلیاتِ عطا شاد

اب جب نیند ورق اُلٹے گی

عطاشاد عصری شاعری میں ایک معتبر حوالہ ہے۔ مجھے اُس کی شاعری نے بے حد متاثر کیا ہے۔ جدید بلوچی شاعری میں بھی عطاشاد لاجواب تخلیقات سامنے لا چکے ہیں۔ بلوچستان کی موجودہ صورتحال میں عطاشاد کی شاعری پڑھنے کی بے انتہا ضرورت ہے۔

(پروفیسر عبداللہ جان جمالدینی)

بلاشبہ بلوچی اور اُردو شاعری میں عطا شاد کا لہجہ منفرد رہا ہے۔ وہ اُردو اور بلوچی دونوں زبانوں کے صاحب اسلوب شاعر تھے۔

(افتخار عارف)

عطاشاد کی شاعری حُسن کی جستجو، ترقی کی آرزو، عدل وانصاف کی سربلندی اور آبرومندانہ خوشحال زندگی کا بلاشبہ ایک روشن اظہار ہے۔

(عین سلام)

عطاشاد نے کوہ کے کرب کو کمال فن کاری کے ساتھ تاریخی، تہذیبی، ثقافتی، سیاسی اور سماجی حوالے سے اہل ذوق تک پہنچایا اور بلوچستان کے مسائل، تاریخی اہمیت، حسن وجمال کو نمایاں کیا۔

(منیر احمد بادینی)

''گل خان نصیر کے بعد عطاء شاد بلوچستان کی دوسری بڑی تخلیقی آواز تھی۔ جو شعلہ بار تھی مگر اسے بڑی محبت اور احترام کے ساتھ پذیرائی ملی۔ عطا شاد طبعی حوالے سے تو شعلہء مستعجل ثابت ہوا مگر اس کی تخلیقی جوت نے اُردو کی شعری روایت میں جذب ہو کر بھی اپنی انفرادیت برقرار رکھی۔

(انوار احمد)

وہ پرچم جسے اُس نے گل خان نصیر کے خالی ہاتھ سے لیا، گل خان نصیر نے جوانسال سے، جوانسال نے رحم علی سے، رحم علی نے یوسف عزیز سے، یوسف نے مست توکلی، توکلی نے جام سے اور جام نے شہ مرید سے لیا تھا اور شہ مرید نے مہر گڑھ کے اپنے اسلام سے لیا تھا...... بقا کا پرچم

(ڈاکٹر شاہ محمد مری)

http://baask.com/literature باسک کتابچاه

http://baask.com/literature

16-9-2012

کلیات عطا شاد

اب جب نیند ورق اُلٹے گی

افضل مراد

پبلشرز: فیصل بُکس کوئٹہ

http://baask.com/literature

پیدائش: نومبر1939ء
وفات : فروری 1997ء

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کلیات	:	عطاشاد
مرتب	:	افضل مراد
سرورق	:	حمید بلوچ
سالِ اشاعت	:	۲۰۱۲ء
کمپوزنگ	:	قادری کمپیوٹر گرافکس، کوئٹہ
پبلشرز	:	**فیصل بکس** کوئٹہ
اسٹاکسٹ	:	قاسم بک ڈپو، آرچر روڈ کوئٹہ
قیمت	:	۷۰۰ روپے

http://baask.com/literature
باسک کتابجاہ

کوہساروں کی عطا رسم نہیں خاموشی
رات سو جائے تو بہتا ہوا چشمہ بولے

http://baask.com/literature
باسک کتابجاه

انتساب

عطا شاد کی

شریکِ حیات

کے نام

زندگی نامہ

اصل نام	:	محمد اسحاق
سکول میں نام	:	عطامحمد
قلمی نام	:	عطاشاد
والد محترم	:	لعل خان
قوم	:	بلوچ
ولادت	:	نومبر 1939ء سنگانی سر' کیچ' مکران' بلوچستان
ابتدائی تعلیم	:	گورنمنٹ ہائی سکول تربت
میٹرک	:	گورنمنٹ ہائی سکول پنجگور' 1956ء
ایف اے	:	گورنمنٹ کالج کوئٹہ' 60-1959ء
بی اے	:	گورنمنٹ کالج کوئٹہ' 1962ء (ملحقہ پنجاب یونیورسٹی)
شاعری کی ابتداء	:	1955ء
تصنیفات وشاعری	:	سنگاب' برفاگ (اُردو مجموعے)
تالیفات	:	اب جب نیندورق اُلٹے (کلیات) غیر مطبوعہ روچ گرشپ' سحار' اندیم (بلوچی مجموعے)
بلوچی لوک ثقافت	:	بلوچی نامہ
لغات	:	اُردو بلوچی لغت' ہفت زبانی لغت (حصہ بلوچی)
تراجم	:	درین (بلوچی عوامی گیت)' گچین (جدید بلوچی شعراء)
غیر مطبوعہ	:	تماثیل۔اُردو بلوچی ڈرامے (غیر مطبوعہ) مضامین: مزید اُردو بلوچی کلام
اعزازات	:	صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی' 1983ء

ستارہ امتیاز (بدست صدر مملکت) 1992ء

خصوصی ایوارڈ، وزارتِ اطلاعات ونشریات حکومت پاکستان 1984ء

ریڈیو ایوارڈ

فیلوشپ: انٹرنیشنل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، سڈنی، آسٹریلیا

منسوب بہ عطاشاد : عطاشاد آڈیٹوریم، ادارہ ثقافت بلوچستان کوئٹہ

عطاشاد روڈ (انسکمب روڈ) کوئٹہ

عطاشاد روڈ (مین روڈ) تربت

عطاشاد پارک، تربت

اعزازی : ادارہ ثقافت پاکستان، پاکستان نیشنل بک کونسل

وابستگی : مرکزی اُردو بورڈ، مقتدرہ قومی زبان، بلوچی اکیڈمی

خدمات : پروڈیوسر ڈرامہ نگار ریڈیو پاکستان 1962ء تا 1969ء

انفارمیشن آفیسر، محکمہ اطلاعات ونشریات، پاکستان

ڈھاکہ 1969ء تا 1972ء

ڈائریکٹر تعلقات عامہ، حکومت بلوچستان 9 جون 1972ء تا 29

اپریل 1973ء

ڈائریکٹر وایگزیکٹو ڈائریکٹر، آرٹس کونسل

(ادارہ ثقافت بلوچستان) 1973ء تا 1983ء

ڈائریکٹر تعلقات عامہ، بلوچستان 9 جون 1983ء تا 10 دسمبر 1986ء

سیکرٹری اطلاعات ونشریات، کھیل وثقافت بلوچستان، دسمبر 1986ء تا 10

دسمبر 1988ء

سیکرٹری جنگلات حکومت بلوچستان، 1988ء تا 1989ء

سیکرٹری اطلاعات ونشریات، کھیل وثقافت 1989ء تا 1990ء

ڈائریکٹر جنرل آثارِ قدیمہ، حکومت بلوچستان 16 راگست 1990ء تا

1993ء

سیکرٹری اطلاعات ونشریات حکومت بلوچستان، 1993ء

ڈائریکٹر جنرل آثارِ قدیمہ (آرکائیوز) 1993ء تا 1995ء
سیکرٹری اطلاعات و نشریات، حکومت بلوچستان 1995ء تا اکتوبر 1996ء
ڈائریکٹر جنرل آثارِ قدیمہ بلوچستان 1996ء تا (وفات) 13 فروری 1997ء

کل مدت سرکاری ملازمت: 34 سال 11 ماہ

سفر بیرون ممالک : ایران 1972ء، سعودی عرب 1977ء، امریکہ 84-1983ء
آسٹریلیا 1985ء، سعودی عرب 1987ء (حج و عمرہ کی سعادت)، جرمنی 1989ء
تھائی لینڈ 1989ء، اٹلی (دو بار گئے۔ ایک مرتبہ 1993ء) (دو بار۔ دوسری بار 1994ء) چین
برطانیہ، ڈنمارک، ترکی، متحدہ عرب امارات، عمان، سنگاپور وغیرہ

اولاد : مہناشاد (بیٹی)، رشناشاد (بیٹی)، حمل شاد (بیٹا)

وفات : 13 فروری 1997ء جمعرات سوا نو بجے شب کوئٹہ

تدفین : 14 فروری 1997ء بروز جمعۃ المبارک، کوئٹہ

فہرست

زندگی نامہ		۷
عطاؔ شاد کے ساتھ ایک سفر	پروفیسر مجتبیٰ حسین	۱۹
عطاؔ شاد کی شاعری	ڈاکٹر وزیر آغا	۲۵
عطاؔ شاد......شاعرِ آتش نہاد	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	۲۸
حرفِ مرتب	افضل مراد	۳۸
آراء		۴۰
☆ کوہ کا کرب		۴۸
☆ شُعلہ بَرسَرِ شَرر بجاں سُورج		۴۹
☆ یک لحہ سہی عمر کا ارمان ہی رہ جائے		۵۱
☆ اُس کے نام		۵۳
☆ دِلوں کے دَرد جگا، خواہشوں کے خواب سجا		۵۵
☆ رَس اُس کے قُرب گرم کا ہے حرف حرف میں		۵۷
☆ یاد کی خُوشبو غموں کی شام کو سُلگائے ہے		۵۸
☆ آرزوؤں کے خرابے میں بسنتوں کی پھُوار		۵۹
☆ گلباغِ خاک		۶۰
☆ ہو خونِ دِل کہ چراغاں، جلے چراغ کہ پھُول		۶۲
☆ خُوش قد و خُوش جسم سی شئے وہی بس ایک ہے		۶۳
☆ میں زَخم زَخم رہوں روح کے خرابوں سے		۶۴
☆ ٹکراتی ہے کس غنچہ دَہن کی آواز		۶۶

http://baask.com/literature

☆ سحرِ حسن	۶۷
☆ رَس اتار دیتا ہے، رُوح میں رَسائی کا	۷۰
☆ تو جو بچھڑا، تو یہ محسوس ہوا	۷۲
☆ گل کدہ	۷۳
☆ رات زُلفوں میں کٹے، صبح، صَبا ہو جائے	۷۷
☆ گلِ دہن کا نشہ، بُوئے پیرہن کا نشہ	۷۸
☆ دَم گھٹے شہر، بے حساب ہوا	۸۰
☆ شفق کے پھول کھلے، اوس کی پھوار گری	۸۲
☆ ہے جسم جسم دھڑکتی رُتوں کا شہر آباد	۸۳
☆ وصلِ نگاہ لطف طلب، عرضِ حال ہو	۸۶
☆ مَآل کچھ نہ سہی، جستجو تو باقی ہے	۸۷
☆ نظم	۸۸
☆ بے وجہ تھی اِک سرخوشی اچھے دنوں کی بات ہے	۸۹
☆ میں تجھ کو نذر کروں، اور کیا وفا کے سوا	۹۰
☆ دل کے صحرا میں کھوئے ہوئے دوستو! سوچنا چھوڑ دو	۹۱
☆ پارساؤں نے بڑے ظرف کا اظہار کیا	۹۳
☆ آتش نسبو، زر بدنو، شعلہ نماؤ!	۹۵
☆ تا عمر سنی، قضا کی دستک	۹۶
☆ بڑا کٹھن ہے راستہ جو آسکو تو ساتھ دو	۹۸
☆ سفر کوتاہ	۱۰۰
☆ قندیلِ دِل ابھی نہ بجھا، شب گزار یاد	۱۰۱

☆ حُرف ہیں لب اور آنکھیں صوت ہیں، چہرہ کھلی کتاب	۱۰۳
☆ تر سے یہ گرم زارِ جاں، بُر سے گھٹا سی چاندنی	۱۰۵
☆ منجمد لمحوں میں رہا جائے	۱۰۷
☆ نہیں کا نغمہ	۱۰۹
☆ لا وجود	۱۱۰
☆ سلام	۱۱۱
☆ اسم افزا نظر	۱۱۳
☆ آدمی	۱۱۶
☆ سنک رہی ہے بڑی دیر سے، صدا پہ نہ جا	۱۱۸
☆ پھر بھٹکتا ہے سرِ راہ تمنا کوئی	۱۲۰
☆ لب گویا کو جو اِک موج ہوا کہتے ہیں	۱۲۱
☆ معنی کا جہاں گونجتا ہے	۱۲۲
☆ میرے ہونے کا عنوان	۱۲۴
☆ ازل کا آتش کدہ	۱۲۶
☆ زندگی آئینہ ہے، آئینہ آرائی ہے	۱۳۰
☆ پھول سے نازک چہرے دیکھو، زخم سجاؤ	۱۳۲
☆ کسی پہ بادِ صبا کسی کو صَرصَر تھا	۱۳۵
☆ وہ حجاب جس میں کب ہوا جو سُخن رہا	۱۳۷
☆ لوری	۱۳۸
☆ اَبر بجاں اور صحرا صحرا، ماہ بہ دِل، ویرانے لوگ	۱۴۱
☆ دھڑکے دِل کی آگ سمندر جل جائے	۱۴۲
☆ گہری ہے شب کی آنچ کہ زنجیر در کٹے	۱۴۳

http://baask.com/literature

☆ دشت میں سفر ٹھہرا پھر مرے سفینے کا	۱۴۵
☆ سب سچے جھوٹے ہیں، میں دل اور آئینہ	۱۴۷
☆ خاک اور باد کا رشتہ	۱۴۹
☆ چوبِ صحرا بھی وہاں رشکِ ثمر کہلائے	۱۵۰
☆ وفا	۱۵۲
☆ سرگنگ زادہوس	۱۵۳
☆ کس نے روکا یہاں، خوشبوؤں کا سفر، روشنی کے کوئی ہم قدم جائے گا	۱۵۵
☆ نقد گہہ خرید	۱۵۶
☆ تو ترا اعتبار چراغاں، اے خدائے طرب، شب تلک ہے	۱۵۷
☆ تین کے بعد نو	۱۵۹
☆ حکمِ حاکم	۱۶۰
☆ ماہناز	۱۶۱
☆ حانی شاہ مرید	۱۶۴
☆ خواب کی شہریت	۱۶۷
☆ جو برق شجر سوز تھا، شبنم بھی وہی تھا	۱۶۹
☆ کوئی بگولہ، کوئی الاؤ	۱۷۱
☆ زنجیر کرو سورج، دیوار کرو دریا	۱۷۳
☆ شہید	۱۷۵
☆ اب خود پہ کرو سایہ، خاکستر تر لے کر	۱۷۸
☆ آوا	۱۸۰
☆ ہار کی تہمت دے کر ہم کو جیت کے خوف سے لرزاں ہے	۱۸۲
☆ جنم جنم کی پیاس بجھائے، ایک سلگتی آس، دل سیلاب طلب بولان ہو جیسے	۱۸۴

☆ بگولوں کے ستون	۱۸۶
☆ اے عاقبت بے صوت وصدا!	۱۸۷
☆ آخر جینا خواب سراب نہیں ہے	۱۸۸
☆ سیلاب کو نہ روکیے، رستا بنایئے	۱۹۰
☆ جو باغوں میں دیدار بکھیرے، بن میں آوے	۱۹۲
☆ شمع چُپ ہے بھی تو کیا، دل کا اُجالا بولے	۱۹۳
☆ گنہگار	۱۹۵
☆ کھلا اب کے یہ دکھ	۱۹۷
☆ پھول، شرارہ، پتھر، سبزہ کچھ ہے، میری مٹی ہے	۲۰۰
☆ یہ گدائے منزل کیا زادِ راہ لایا ہے	۲۰۱
☆ وہ گل ہے، اسے پردۂ خاشاک نہ پہنا	۲۰۲
☆ یہ دل بھی زخم ہے، وہ گل بھی گھاؤ رکھتا ہے	۲۰۳
☆ ہونا تھا، کارِ مدعی، اور جو ہوا، بجا ہوا	۲۰۵
☆ گھر کے باہر ہے زمستان، بہت سردی ہے	۲۰۷
☆ خواب ہیں اور حویلی ہے	۲۰۸
☆ درمیانِ محتسب	۲۱۰
☆ فیضؔ	۲۱۱
☆ گل زمین (گیت)	۲۱۳
☆ **نعتیہ**	۲۴۱
☆ اُن کو پرچھائیں بھی سُورج ہے، گہن آئینہ	۲۴۲
☆ چہ غم کہ دشمن ایماں کمیں گاہ میں ہے	۲۴۳
☆ قلم ستارہ بنے، مہر و ماہتاب لکھے	۲۴۵

☆ **غزلیں**

☆ دروازہ کُھلا رکھا تھا، بَرسات سے پہلے ۲۴۷
☆ شب گریزپا، اچھا، صبح نارسا، اچھا ۲۵۰
☆ وہ گُل کِھلے، وہ ہُوا وَصلِ یار، کہنے کو ۲۵۲
☆ پیاس کُچھ اور بڑھی، شام کے ڈھل جانے سے ۲۵۳
☆ تُو صَاحبِ حَکَم ہے، جو مانگتے ہیں لوگ ۲۵۵
☆ پھر وہی شامِ تماشا ہے، سَحر کے بعد بھی ۲۵۸
☆ وہ جو ایک ضامنِ عُمر تھا، فقط ایک پَل میں گُزر گیا ۲۵۹
☆ گُلوں کا فَرش تھا، اور گام گام صحرا تھا ۲۶۱
☆ مَکیں اِدھر کے ہیں، لیکن اُدھر کی سوچتے ہیں ۲۶۳
☆ یہ دِل کا دَشت ہے، یہ زُلف کی گھٹا چاہے ۲۶۶
☆ پھیلتا صحرا، پگھلتا آفتاب ۲۶۷
☆ اور اِک دن، کیا دیکھا تھا، اُس نگر کا رَستہ ۲۶۹
☆ عُمر بھر اِک خواب سا، منظر، پسِ دیوار تھا ۲۷۱

☆ **نظمیں**

☆ ہوا باسی نہیں ہوتی ۲۷۴
☆ کرزحسہ ۲۷۶
☆ حرفِ سطحِ آب ۲۸۲
☆ چار آدمیوں کا ایک ہی جھگڑا ۲۸۵
☆ محبت کی امان ۲۸۶
☆ دو کے درمیان آخری بات ۲۸۹

☆ **گیت**

☆ یہ آنکھیں	۲۹۱
☆ ایک گیت	۲۹۳
☆ شاہ تاج و بالاچ	۲۹۴
☆ عداوت کے پہاڑوں پر	۳۰۰
☆ اِک عَجب شخص ہوگیا ہوں، میں	۳۰۲
☆ فردیات	۳۰۴
☆ اے جاں یہ خموشی کیسی	۳۰۶
☆ میری محبوبہ کونج کی مانند	۳۰۷
☆ سَوت	۳۰۹
☆ او ستارہ اہ سری	۳۱۰
☆ پیار کی چوڑیاں	۳۱۲
☆ صلہ	۳۱۴
☆ آیار............	۳۱۶
☆ چھوڑ دُنیا کا خیال	۳۱۸
☆ کیا ہے مری خطا	۳۲۰
☆ پنچھی بتا	۳۲۲
☆ لاڑوک	۳۲۴
☆ دل پشیماں ہے	۳۲۵
☆ اے گلِ نو بہار......	۳۲۷
☆ مت روٹھ مجھ سے......	۳۲۹
☆ اے دُکھ کی دوا	۳۳۲
☆ ھالو	۳۳۵

باسک — کتابخانہ
http://baask.com/literature

☆ ہلو ھالو کہو	۳۳۶
☆ ہلو ھالو بنا ہے میر دولہا	۳۳۸
☆ سپت	۳۴۰
☆ ثنا	۳۴۱
☆ ٹولی	۳۴۳
☆ چشم و چراغ	۳۴۴
☆ میں اپنے لال کو لوری سناتی ہوں	۳۴۶
☆ زھیروک	۳۴۸
☆ زھیروک	۳۴۹
☆ اے سبز کبوتر	۳۵۰
☆ آمری جان	۳۵۱
☆ لیکو	۳۵۳
☆ مرا اونٹ	۳۵۴
☆ بید کا سایا	۳۵۶
☆ کجیر جان	۳۵۸
☆ ماہ جان	۳۶۰
☆ ماہ گل	۳۶۲
☆ لیلڑی	۳۶۳
☆ لیلڑی ءِ لا	۳۶۴
☆ لیلڑی	۳۶۶
☆ لیلڑی	۳۶۷
☆ لیلڑی	۳۶۸

☆ لیلی مور	۳۶۹
☆ آ بھی جا	۳۷۰
☆ ڈیہی	۳۷۱
☆ پھوار وُور برساؤ	۳۷۲
☆ دِل کو چین نہیں	۳۷۴
☆ اے دِل ناتواں	۳۷۶
☆ یہ قید یہ ستم	۳۷۸
☆ آجا مری جان	۳۷۹
☆ موتک	۳۸۱
☆ زبوں حال شفیق ماں	۳۸۲
☆ ھائے کریم داد	۳۸۴
☆ بدر مُنیر	۳۸۶
☆ کوہ ماران کا مسافر	۳۸۷
☆ فکری و جمالیاتی رنگوں کے شاعر عطا شاد سے گفتگو	۳۸۹

عطا شاد کے ساتھ ایک سفر

ان چند سطور کا مقصد عطا شاد اور ان کی شاعری کا تعارف، نہ جدید شعراء میں ان کے مقام اور مرتبے کا تعین ہے۔ ان کی شاعری اتنی ہی متعارف ہے جتنی ان کے عہد کے کسی اچھے شاعر کی ہے یا ہوسکتی ہے۔ رہ گیا ان کے معاصرین میں ان کے مقام اور مرتبے کے تعین کا معاملہ، سو یہ انتہائی خطرناک ناقدانہ کھیل ہوگا۔ یہ شاعر، قاری اور اصول انتقاد سب کے ساتھ غیر ذمہ دارانہ سلوک کے مترادف ہے۔ شاعری خوب سے خوب تر شیوہ بیانی، فکر کی مسلسل تازگی، بیداری اور انسانی اقدار سے گہری وابستگی کی بنا پر جانی پہچانی اور مانی جاتی ہے۔

اس عہد میں شاعر بڑے مشکل مقام پر کھڑا ہے۔ تیز رفتاری کا ساتھ دینے اور اس سے دانستہ گریز کرنے کے درمیان دونوں باتوں کی اہمیت اور تقاضوں کو سمجھنے اور ان سے ہمہ وقت آگاہ رہنے کی ضرورت ہے...... وہ ''لمحہ'' اگر کھویا گیا جب کسی نئے شاعر کا کلام سامنے آجانا چاہیے تو پھر اس کے بعد کلام کی اشاعت پڑھنے والوں کی بے توجہی کا شکار ہوسکتی ہے...... لیکن اس کے ساتھ یہ بھی صحیح ہے کہ شاعری ''لمحاتی'' نہیں ہوتی، وہ باقی رہنے والا جوہر دکھاتی ہے، پلٹ کے آتی ہے اور سارے ناقدانہ قیاس، اندازے اور پبلسٹی فورم کے فیصلے دھرے رہ جاتے ہیں۔

عطا شاد نے اگر اپنے کو برقرار رکھا تو برقرار رہیں گے۔ اسی لئے میں ان کے کلام کی قدر و قیمت اور معاصرین میں ان کے مقام کے بارے میں کوئی حتمی رائے دینا نہیں چاہتا۔

میں اس کیفیت اور اس عالم کو بیان کرنا چاہتا ہوں جس میں اور جہاں عطا شاد کے کلام کے مطالعے نے ہمیں پہنچا دیا۔ عجیب و غریب کیفیت اور عالم تھا شدید گرمی، شدید سردی، بدن کو کاٹتی ہوئی، لباس کی بے لباسی کو عریاں کرتی ہوئی یخ ہوائیں، بادِ سموم کے تند و تیز اندھا کر دینے والے تھپیڑے، کبھی سر سے پاؤں تک سورج ہی سورج،...... کبھی طلوع نہ غروب، حبس ایسا کہ آدمی خود کو بے گلو محسوس کرے، شعور ایسا کہ جیسے سارے پہاڑ بول رہے ہوں، گونج رہے ہوں، چاندنی کبھی ہجر کبھی وصل...... دن کبھی کوچ کبھی مقام...... دریا، پہاڑ، صحرا، ویرانے، وادیاں، پھول ہی پھول، کانٹے ہی کانٹے...... قافلے، خیمے، مدھم روشنیاں...... اور پھر شہر...... ہوٹل، کیفے، قہوہ خانے، ''جگمگاتی، جاگتی سڑکیں'' دفاتر، تھانے

حوالات، محبتوں کے "شہ مرید" محبتوں کے خریدار، سرداروں کے سردار میر چاکر خان رند، حانی، نفرتوں اور انتقام کے خنجر اور ریوالور......

عطا شاد کی شاعری نے مجھے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا جہاں کھڑا ہوا میں سوچتا رہا کہ میں کون ہوں؟...... میں کہاں ہوں؟...... میں جدید ہوں یا قدیم؟...... یہاں، جہاں میں ہوں، قدیم سے قدیم بھی موجود ہے...... اور جدید سے جدید تر کی طرف بڑھتا ہوا زمانہ بھی ہے، انسانی تاریخ یہاں دور بھی ہے قریب بھی...... وہ اپنے مہیب پیکر کے ساتھ پتھریلی زمین میں پنجے گاڑے کھڑی ہے...... اور اس کے قوی شانوں پر دو سر ہیں...... جب ایک بولتا ہے، تو دوسرا چپ رہتا ہے۔

میں مثالیں دینا نہیں چاہتا...... آپ جہاں سے چاہئے عطا شاد کو پڑھ لیجئے: برف، تمازت، چاندنی، سورج، جہنم، جنس، پیاس، کارواں، صحرا، خشک آبہ، کوہسار خارزار، گلزار، وفا، جفا...... کے لفظ نہیں بلکہ آوازیں سنائی دیں گی...... یہ آوازیں فنکار کی نہیں ہیں، ان آوازوں سے فنکار بنا ہے۔

اس مجموعے کی پہلی نظم یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

یہ چشمے کے پانی میں کیسا غبار آ گیا ہے
گزرتے ہوئے کاروانوں کی یادیں
جلے پتھروں پر
ٹھہرتی شبوں کی، یہ کیا راکھ لکھ کر گئی ہیں
شکستہ طنابوں پہ خیموں کی تحریر کیا تھی

اور آخری غزل کے چند اشعار ہیں۔

برف کے پالے جسموں سے
مشک کی خوشبو پھیلی ہے
پانی، اپنا یار عطا!
اور آگ اس کی سہیلی ہے

پوری اردو شاعری میں صرف دو شاعر ایسے ملتے ہیں جو پڑھنے والوں کو ایسے عالم میں پہنچا دیتے ہیں جو اشعار میں زندہ ہے اور جن سے اشعار زندہ ہیں۔ نظیر اکبر آبادی اور جوش ملیح آباد، نظیر "اکبر آباد" بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جہاں بے نظیر ہیں، جوش کا کینوس بہت بڑا...... وہ اپنے عہد کا پورا ہندوستان ہیں...... یہ اردو کے بڑے شاعر ہیں۔ عطا شاد کے ساتھ ان کے نام لینے کی ضرورت صرف اس پہلو کی

توضیح تھی۔ جس سے شاعری زمینی اور غیر زمینی دونوں ہو جاتی ہے......

عطاؔ شاد نے مجھے جس عالم میں پہنچا دیا ہے...... یہ اپنی آب وہوا، بودوباش اور سوز وساز کے اعتبار سے مختلف ہے......اردو شاعری میں یہ ایک نئی جہت کی نشاندہی ہے۔ اس کے لئے انہوں نے شعوری کوشش، لفظ سازی، فنی کرتب اور اردو کو ''ہم زمین'' بنانے کی کاوش سے کام نہیں لیا ہے......عطاؔ شاد کے کئی معاصرین اس کوشش میں مبتلا ہیں...... یہ کوشش مستحسن سہی مگر شاعری میں اس سے انفرادیت سے زیادہ ''مقامیت'' پیدا ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے......عطاؔ شاد میں ''مقامیت'' نہیں ہے وہ اردو کے نہیں ہیں اردو ان کی ہے......ان کے یہاں تخلیقی قوتوں کا حسن اور پہنائی ہے......بغیر کسی توضیحی نوٹ کے ہم اس عالم میں پہنچ جاتے ہیں جس عالم میں عطاؔ شاد کی شاعری اپنے نغمے، اپنے نوحے، اپنے رزمیے، اپنی آواز میں سناتی ہے، یہ آواز نئی ہے...... مگر اجنبی نہیں ہے! ہم سب وہی تھے، جو عطاؔ شاد تھے، ہم سب وہی ہیں جو عطاؔ شاد ہیں...... بات صرف اتنی تھی کہ ہم اس طرف نہیں گئے یا نہیں جانا چاہتے تھے...... جہاں عطاؔ شاد کی شاعری ہمیں لے جاتی ہے......!

میں نے اپنے آپ کو اسی عالم میں سانس لیتے ہوئے پایا، جو میرے لئے بہت مختلف تھا مگر بیگانہ نہیں تھا۔

سیلاب کو نہ روکئے، رستا بنائیے
کس نے کہا تھا، گھر لبِ دریا بنائیے

دوسرا مصرعہ کس کمال کا ہے...... ضرب المثل ہونے کی پوری قوت رکھتا ہے...... مگر اس مصرعے کی تعریف کے لئے یہ شعر نہیں سنایا گیا ہے، میں اس کیفیت کو دکھانا چاہتا تھا جو دونوں مصرعوں کے ارتباط سے پیدا ہو کر غیر مانوس کو مانوس بنا دیتی ہے۔

یہی سبب ہے کہ ان کی شاعری میرے لئے غلط بیانی سے کام نہیں لیتی، وہ کچی دنیا کے جھوٹے شاعر نہیں ہیں، فنکارانہ گمراہی ان کے یہاں نہیں ہے۔ پیچ ضرور ہے، ان کی شاعری میں...... مگر ان پر پیچ راہوں سے گزرے بغیر ہم وہاں نہیں پہنچ سکتے جہاں عطاؔ شاد جسمانی، ذہنی اور جذباتی طور پر مقیم ہیں......!!

عطاؔ شاد میں ایک اور حیرت انگیز بات پائی جاتی ہے، ان کی شاعری لکھنؤ اور دلی دونوں جگہوں کی روایتوں کا رس رکھتی ہے۔ اتنی تازہ، گرم ''لمس'' اور نئے عہد کے لئے گوش بر آواز شاعری...... اتنی دور ہونے کے باوجود دلی اور لکھنؤ سے اتنی قریب ہے یہ دوسری عجیب بات ہے جو مجھے عطاؔ شاد کے

یہاں ملی۔زبان اور بیان کا استادانہ صَرف ان کی نظموں میں بھی ہے اور غزلوں میں بھی......!

پارساؤں نے بڑے ظرف کا اِظہار کیا
ہم سے پی اور ہمیں رُسوا سربازارِ کیا
دَرد کی دُھوپ میں صحرا کی طرح ساتھ رہے
شام آئی تو لپٹ کر ہمیں دِیوار کیا
رات پھولوں کی نمائش میں، وہ خوش جسم سے لوگ
آپ تو خواب ہوئے اور ہمیں بیدار کیا

دوسری غزل کا مطلع دیکھیے۔

ٹَر سے یہ گرم زَارِجاں، برسے گھٹا سی چاندنی
اے شب حبسِ بے کراں، کوئی ہوا اسی چاندنی

ان اشعار کا تاثر اور ردیف وقوافی کی بیک وقت خلاقانہ اور استادانہ ہم ربطی مجھے شاعری کے اس بنیادی وصف سے آگاہ کرتی ہے جو شاعری کو جدید بناتی ہے نہ قدیم...... بلکہ صرف شاعری رکھتی ہے، جس میں تاریخی شعور اپنے تسلسل سے منکر نہیں ہوتا۔

عطاؔ شاد کی زبان، صوتی انفرادیت کے لحاظ سے ان کے معاصرین میں انہیں ممیز کرتی ہے اور یہ سنگلاخ چٹانوں سے پھوٹ کر نکلی ہے اور گھاٹیوں سے بے خوف بہتی چلی جاتی ہے۔ یہ چند لفظوں میں مطالب کے دور دور نسب شدہ خیموں کی طنابیں ایک مرکز پر لاکر کس دیتی ہے۔اتنی ترکیبیں ان کے ہم عصر کسی اور شاعر کے یہاں اتنی ''خوش وضع'' کے ساتھ شاید ہی ملیں۔ ''گرم زَارِجاں'' ''شبِ حبسِ بے کراں'' ''بلاکشاں نظر'' ''طفلِ طلب'' ''وصلِ نگاہ'' ''فقیہہِ خود مطلب'' ''موج ہائے صدا'' اور اس طرح کی متعدد ترکیبیں ان کی شاعری کو جدید شعراء کی ایک دوسرے سے ''سنگت'' کرتی ہوئی آوازوں سے بالکل الگ کردیتی ہیں......! یہ لفظ شناسی عطاؔ شاد میں تیسری حیرت انگیز بات مجھے ملی۔ یہ آواز دور دور سے پہچانی جاسکتی ہے کہ

''اسی خانہ خراب کی سی ہے''

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بڑا دم خم ہے ان کی شاعری میں۔ان کے ہاں بڑی طلب، حوصلہ اور سب کچھ جھیل جانے والی توانائی پائی جاتی ہے۔

یک لحہ سہی، عمر کا ارمان ہی رہ جائے

ے دلوں کی درد جگا، خواہشوں کے خواب سجا

ے میں زخم زخم رہوں، روح کے خرابوں سے

ے رات زلفوں میں کٹے، صبح صبا ہو جائے

ے مآل کچھ نہ سہی، جستجو تو باقی ہے

یہی حوصلہ یہی طلب نظموں میں بھی موجود ہے...... وصل و ہجر دونوں کو سمیٹے اور آگے بڑھتے رہنے کا ایک کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ان کے کلام میں ہے۔ یہ زندہ شاعری ہے، ذات کے مردہ خانوں میں سوئی ہوئی نہیں ہے۔ یہ چوکس، نگراں اور ہر اس شخص سے جواب طلب ہے جو موسموں کی گرج اور چمک سے بے خبر ہے۔

دِل کہ پندارِ عرضِ طلب کے عوض رہن آزار تھا...... تم نے پوچھا
جب سرِ گنگ زَارِ ہوس حَرفِ جاں بار تھا...... تم کہاں تھے؟
سنگ و آہن کے آشوب میں ہم سپر زَادگاں، خود پَنَہ تھے
تو تڑپا نہ کوئی صدا آشنا
اپنے احساس کے کوہ قلعوں میں عمر آزما، سرکشیدہ رہے
گونجتا کوئی لمحہ نہ آیا......!

بدلتے ہوئے موسموں کی شدید حس اور آتی ہوئی رُتوں کی آہٹ، مجھے عطا شاد کی شاعری نے نئے شعراء کی سرزمین سے دور لے جا کر سنائی ہے۔ ان کی شاعری کئی رنگوں کی کہانی ہے مگر یہ رنگ قوسِ قزح کے نہیں ہیں...... آپ نے پہاڑوں، وادیوں، صحراؤں کو رنگ بدلتے دیکھا ہے...... یہ انہیں رنگوں میں نہائی ہوئی شاعری ہے، سرشار اور بیدار...... سڈول جسم کی مگر لہولہان

میں نے عطا شاد کی شاعری میں یہی کچھ پایا ہے۔ یہی وہ تاثرات ہیں جو عطا شاد کی عطا ہے۔ ان تاثرات کو قلم بند کرنے کے سلسلے میں جدید شاعری کے تقاضوں، علامتوں کی معنی آفرینی اور ہیئت تراشی کے فنی حسن سے قصداً بحث نہیں کی گئی ہے۔ یہ تمام باتیں شرح و بسط سے اتنی بار دہرائی جا چکی ہیں اور کم و بیش تمام جدید شعراء کے ضمن میں کہی جا چکی اور کی جا سکتی ہیں کہ ان کے بیان کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

عطا شاد کی شاعری میرے لئے ایک سفر تھی جس میں زمین کی گردش، موسمی تغیرات، آدمیوں کی انفرادی خواہشات، اجتماعی مطالبات، ان پر ڈھائے ہوئے ظلم و ستم کے واقعات اور ان کے خلاف ان

باسک کتابخانه http://baask.com/literature

کی جدوجہد کی آوازیں مجھے برابر پکارتی اور ایک ایسے عالم میں پہنچاتی رہی ہیں جو مجھ میں تھا مگر میں اس سے واقف نہیں تھا۔

عطا شاد ذہنی واقفیت کے شاعر ہیں۔

مجتبیٰ حسین

۱۵ر دسمبر ۱۹۸۰ء

۱۱ بجے شب، کوئٹہ

عطا شاد کی شاعری

اگر مہلت مل جاتی تو عطا شاد کے ہاں ایک زندہ رہنے والے شاعر کے سارے تیور موجود تھے اور وہ بتدریج کلاسیکی شاعری کے آرائشی اسلوب سے دست کش ہو کر اپنی سرزمین کی اس زبان میں باتیں کرنے لگا تھا جس کی لغت میں مے، میخانہ، گل، بلبل، شمع، پروانہ، آشیاں، حرمن، خنجر، طاقِ نسیاں، محشرِ خیال، بادِ صبا، گل پیرہن، مینا و جام اور خرامِ ناز سے کہیں زیادہ دیا، پتھر، ہوا، خوشبو، چپ کی شکن در شکن یخ بستگی، الاؤ، سناٹے کا کورا کاغذ، خیمہ کی دیوار، پانی کی لکیر، چوب صحرا، پانی کا کٹورا اور انجیر کا پیڑ ایسے الفاظ اور امیجز (Images) موجود تھے۔ ابتداً عطا شاد، فیض کے رومانی رنگ ڈھنگ سے متاثر لگتا ہے اور محبوب کے چہرے کے خدوخال کو گلشن کی علامتوں میں بیان کرتا نظر آتا ہے مگر جلد ہی غزل کے ان کلاسیکی خدوخال کے نیچے، بجھے ہوئے حروف کی صورت میں، ایک ایسا چہرہ دکھائی دینے لگتا ہے جو چمن میں نہیں بلکہ ایک سنگلاخ ویرانے میں کھلا ہے۔ یہ سرخ و سپید چہرہ ایک ایسا گلاب ہے جسے سنگلاخ ویرانے کی شدید گرمی اور سردی نے اپنا رنگ روپ عطا کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ اس شمع کی طرح نہیں ہے جو کلاسیکی شاعری میں اپنی عمر طبعی ہنس کر یا رو کر گزار دیتی ہے بلکہ اس دیئے کے مانند ہے جو کبھی تو کسی صحرائی خیمہ کے اندر ٹمٹماتا ہے اور کبھی رات کے آسمان میں چاندی کے سکے کی طرح کھنکتا ہے۔ عطا شاد کی شاعری میں ابھرنے والا یہ "چہرہ" روشنی اور خوشبو کی زبان میں بات کرتا ہے۔ روشنی کے حوالے سے وہ خود تو اپنی جگہ موجود رہتا ہے مگر سناٹے کے کورے کاغذ پر ابھرنے والا حرف (یعنی عاشق) اس کی طرف دیوانہ وار کھنچا چلا آتا ہے، جبکہ خوشبو کے حوالے سے وہ "ہوا" کو اپنا ناقہ بنا کر خود اپنے عاشق تک پہنچتا ہے...... میرا خیال ہے کہ عطا شاد کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ اگر بطور شاعر زندہ رہنا ہے تو اسے زود یا بدیر کلاسیکی شاعری کی اس لفظیات اور امیجری کو ترک کرنا ہو گا جو اسے ورثہ میں ملی ہے، اس کے تجربے سے نہیں پھوٹی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کبھی تو بلوچی زبان میں نظم کی گئی عشقیہ داستانوں کے حوالے دیتا ہے اور کبھی بلوچستان کے ارضی آثار یعنی "چلتن" اور "بولان" کا ذکر کرتا ہے تاہم اس کی شاعری میں بلوچستان کی سرزمین سے اس کا دلی لگاؤ ایک ایسے منظر کی صورت میں ابھرا ہے جو شہروں، دیہاتوں، باغوں اور حد نظر تک پھیلے سرسبز و شادات کھیتوں کا منظر نہیں بلکہ ایک ایسے سنگلاخ

سرزمین کا منظر ہے جو گرمیوں میں تپ جاتی ہے اور سردیوں میں یخ ہو جاتی ہے...... یہ ایک ایسا خطہ ہے جس میں سناٹا کورے کاغذ کی طرح بچھا ہے اور جہاں کے موسم شکن در شکن چادر کی طرح چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں، جہاں پتھر بوڑھے ہو چکے ہیں اور پہاڑ اپنی روئیدگی سے دست کش ہو کر اہراموں کی طرح نظر آنے لگتے ہیں۔ مگر اس محیط و بے کراں سناٹے کے اندر خیمہ اور دیا، ناقہ اور چاند، زندگی کی رمق کی طرح موجود ہیں۔ دیکھا جائے تو یہ سب بھی محض دیکھنے کی حد تک جدا جدا ہیں، ورنہ یہ اصلاً ایک ہی چہرے کے مختلف روپ اور زاویے ہیں...... چہرہ جو خود بلوچستان کا چہرہ ہے، سرخ و سپید، خوشبو کا مسکن اور دیے کی طرح روشن! کبھی وہ چاند کا سکہ بن کر آسمان کی طرف اُچھل جاتا ہے اور کبھی خیمہ بن کر زمین پر اتر آتا ہے اور کبھی شاعر کا روپ دھار کو لَو دینے لگتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ عطا شاد نے اول اول اس ''چہرے'' کو گلاب کی طرح کھلا ہوا پایا، پھر دیے کی طرح ٹمٹماتے ہوئے دیکھا، پھر سکے کی طرح کھنکتے اور ہوا کی طرح سرگرداں ہوتے محسوس کیا مگر آخر آخر میں اس پر اس بات کا انکشاف ہوا کہ یہ ''چہرہ'' اس کے اپنے چہرہ میں تحلیل ہو گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں شاعر کو محسوس ہوا کہ اب وہ خود بلوچستان کا چہرہ ہے نیز اس کے ہونٹوں سے پھوٹنے والی آواز، خود بلوچستان کی آواز ہے اور اس لئے اگر وہ نہ بولا تو خود بلوچستان سے محروم ہو جائے گا اس سلسلے میں اشعار ملاحظہ کیجئے۔

شمع چُپ ہے بھی تو کیا، دِل کا اُجالا بولے
وہ سنے یا نہ سنے، رات کا سکتہ بولے
وہ کوئی گل ہے کہ مہتاب، کرن ہے کہ دھنک!!
آپ وہ چپ رہے اور اس کا سراپا بولے
کوہساروں کی عطا! رسم نہیں خاموشی
رات سو جائے تو بہتا ہوا چشمہ بولے

دیکھنے کی بات ہے کہ کس طرح رات کا سکتہ، کرن، چشمہ...... یہ سب شاعر کے سراپا میں مرتکز ہو گئے ہیں اور ہر چند کہ شاعر کی دھرتی چپ مگر اس دھرتی کا سراپا یعنی شاعر بول اٹھا ہے۔ یہ اشعار بھی قابلِ غور ہیں۔

سناٹے کا کورا کاغذ کس کس چپ کی چاپ نہیں
دیکھ ان ساکت ہونٹوں پر کس کس تحریر کا طوفاں ہے
دشت میں ایک درخت اکیلا، سبز تو ہے بے آب سہی
دھوپ کی گہری تاریکی ہے لیکن شاخ فروزاں ہے

 http://baask.com/literature

عطاشاد کی نظم ''ماہناز'' کی ابتدائی لائنیں بھی شاعر کے ''چہرے'' ہی کی عکاس ہیں۔

میں، وہ انجیر کا پیڑ
جو اُگے
گہری گھائی کے گھنے سائے میں
تند طوفاں سے بھی جس کے کبھی پتے نہ ہلیں
تیز بارش میں بھی بھیگے نہ کبھی......

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ عطاشاد نے اپنی شاعری میں جو ''چہرہ'' دکھایا ہے وہ اوپر سے گلاب کی طرح کومل مگر اندر سے سنگ خارا کی طرح مضبوط ہے۔ موسموں، ہواؤں اور زمانوں کے چرکے سہہ سہہ کر چہرہ، روشنی کا منبع، خوشبو کا مسکن اور غیرت مندی کا مظہر ہی نہیں بنا، گہرے سناٹوں میں لب کشا ہونے پر قادر بھی ہو گیا ہے۔ دیکھئے کہ عطاشاد کے ہاں چہرے کی قلب مائیت کیسے خوبصورت انداز میں ہوئی ہے۔ یہ اس قلب مائیت ہی کا اعجاز ہے کہ عطاشاد ''چہرے'' کے مقامی رنگ کے اندر سے ایک ایسا چہرہ بھی ابھرا ہے جو زمانوں پر محیط ہے۔ اصلاً یہ انسان کا وہ قدیم چہرہ ہے جس پر تمام زمانے اپنی اپنی تحریریں ثبت کرتے چلے گئے ہیں، یوں وہ ہر زمانے میں موجود رہا ہے۔ آرائشی اسالیب، کلاسیکی امیجز اور لفظیات...... ان سب نے اپنے اپنے زمانے میں اس چہرے کو مٹانے کی کوشش تو کی ہے مگر وہ اسے مٹا نہیں سکے لہٰذا جہاں بھی موقع ملا ہے یہ چہرہ اپنے اصل خدوخال کے ساتھ نہ صرف خود شاعر کے چہرے میں منعکس ہوا ہے بلکہ اس کی شاعری میں بھی لو دینے لگا ہے۔ اگر عطاشاد کو تخلیقی عمر کی مزید کچھ نقدی مل جاتی تو مجھے یقین ہے کہ وہ ایک ایسا طلسم کدہ تخلیق کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاتا جو نقاب اندر نقاب بھی ہوتا اور تہ در تہ بھی!

ڈاکٹر وزیر آغا

عطا شاد......شاعرِ آتش نہار

عطا شاد کا اصل نام محمد اسحاق ہے۔ سال ولادت ۱۹۳۹ء اور جائے پیدائش ''سنگانی سر، کیچ مکران'' ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں۔ ''بلوچی نامہ'' ''بلوچی لوک گیت'' ''بلوچی اردو لغت'' اور ''گچین'' (جدید بلوچی شعراء) اور ''سنگاب'' کے مصنف ہیں۔ پاکستان کے کئی باوقار علمی و ادبی اداروں کے رکن ہیں اور اپنی خدمات کے اعتراف میں متعدد انعامات بھی حاصل کر چکے ہیں۔ پہلے پاکستان آرٹس کونسل بلوچستان کے ڈائریکٹر تھے آج کل بلوچستان کے محکمہ اطلاعات میں ناظم تعلقات عامہ ہیں۔ علم و فن کے حوالے سے وہ مضمون نگار بھی ہیں، لغت نویس بھی، شعر بھی کہتے ہیں اور افسانے بھی لکھتے ہیں۔ بلوچی میں رواں دواں ہیں اور اردو میں بھی ان کا قلم خوب چلتا ہے۔

یہ باتیں مجھے ان کی تازہ تصنیف ''سنگاب'' کے فلیپ کی معرفت معلوم ہوئی ہیں اور میں نے آپ تک پس منظر کے طور پر پہنچادی ہیں، ورنہ سچ یہ ہے کہ میں عطا شاد کو صرف شاعر کی حیثیت سے جانتا پہچانتا ہوں۔ پہلے یہ جان پہچان جزوی طور پر مشاعروں میں سنی ہوئی اور رسالوں میں پڑھی ہوئی دو چار غزلوں کے ذریعے تھے، اب ان کی اردو شاعری کا مجموعہ ''سنگاب'' میرے سامنے ہے تو میں ان کی شاعری کو اکائی کی صورت میں دیکھ رہا ہوں اور پہلی نظر کے فیصلے کو آخری فیصلے کی نظیر قرار دے کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنے عہد کے بہت خوش فکر و خوش آہنگ اور خوش رنگ و خوش ذائقہ شاعر ہیں اور ان کی شاعری اپنے ہم عصروں میں ایک خاص امتیاز بھی رکھتی ہے۔

عطا شاد کا مستقل قیام کوئٹہ میں ہے۔ اس لحاظ سے جب وہ پاکستان کے بڑے مشاعروں یا علمی و ادبی جلسوں میں شرکت کرتے ہیں تو بسبیل تعارف انہیں کوئٹہ کے شاعر یا ادیب کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس بنا پر بلوچستان کے ان کے بعض ہم عصر ''کوئٹے'' کا تلفظ بگاڑ کر کبھی بطرزِ حریفانہ اور کبھی بطریق حاسدانہ ''کوٹے'' (Quata) کا شاعر کہتے ہیں۔ گویا عطا شاد کو معمولی درجے کا شاعر خیال کر کے اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا مذاق اڑاتے ہیں اور کل پاکستان کی سطح پر ان کی نمائندگی و پذیرائی کو بلوچستانی کوٹے کی نمائندگی و پذیرائی جان کر، ان کو بہ نگاہ ترحم دیکھتے ہیں لیکن عطا شاد اس نوع کے زہر آلود فقروں کی پروا نہیں کرتے بلکہ اپنی معصوم مسکراہٹ کو زہر خند بنا کر اہل حسد کی تشفی کا سامان کچھ

یوں فراہم کر دیتے ہیں کہ یگانہ کی روح بھی خوش ہو جاتی ہوگی۔

علاج اہل حسد زہر خندِ مردانہ ہنسی ہنسی میں تو اِن احمقوں کو ڈستا جا
(یگانہ)

عطاؔ شاد کی شاعری کس قسم کے لب ولہجہ سے عبارت ہے اور زندگی کے کن اقدار کی ترجمانی کرتی ہے اس سوال کے جواب میں بہت سی باتیں کہی جاسکتی ہیں اور یہ باتیں خاصی تفصیل طلب ہوں گی تاہم چند لفظوں میں اگر کچھ کہنا ہی چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ بنیادی طور پر حرارت، روشنی اور حرکت کے شاعر ہیں۔ حرارت نام ہے ان کے ذہن کی اس سوچ یا طرزِ احساس کا جو ایک خاص ماحول میں دیر تک سانس لینے اور پروان چڑھنے کے سبب، عطاؔ شاد کی شاعری کا ایک طاقتور محرک بن گیا ہے۔ روشنی، عطاؔ شاد کی فکر و بصیرت اور رجائیت و استقامتِ کردار کا دوسرا نام ہے۔ حرارت ان کے مزاج کا وہ خاص عنصر ہے جو ان کے شعری لب ولہجہ کی علامت بن کر نمودار ہوا ہے اور بلوچستان کی زمین و آب وہوا اور شاعر کی خاندانی روایت کی ترجمانی کرتا ہے۔ یہ آخری عنصر جسے ابھی میں نے حرکت کا نام دیا ہے چونکہ حرارت و روشنی دونوں کی صفتِ لازمہ ہے اس لئے مزید اجمال کے ساتھ یوں کہا جاسکتا ہے کہ عطاؔ شاد حقیقتاً حرارت اور روشنی کے شاعر ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے مترادفات و تلازمات کی سینکڑوں صورتیں عطاؔ شاد کے یہاں ملتی ہیں اور اس کثرت و تسلسل کے ساتھ ملتی ہیں کہ ''سنگاب'' کا کوئی صفحہ ان کی پرچھائیوں سے خالی نہیں ہے۔ ان پرچھائیوں سے عطاؔ شاد نے جس قسم کے لفظی پیکر اور استعارات تراشے ہیں، وہ موجودہ تہذیبی زندگی کے تناظر میں، قدیم سے الگ، ایک نئی معنویت رکھتے ہیں۔

حرارت، جسے اوپر میں نے ماحول کا عطیہ بتایا ہے اور عطاؔ شاد کی سوچ یا طرزِ احساس کا نام دیا ہے ان کی شخصیت کا وہ عنصر ہے جس نے انہیں احتجاج و بغاوت پر مجبور کیا ہے کسی فرد یا کسی خاص جماعت سے بغاوت نہیں بلکہ سماجی زندگی کی ان ظالمانہ بے اعتدالیوں سے بغاوت اور جدید صنعتی تہذیب کے ان سفاکانہ رویوں سے بغاوت...... جن کی بدولت

اِس دور میں زندگی بشر کی بیمار کی رات ہوگئی ہے
(فراق گورکھپوری)

معاش و معاشرت کی ان خوفناک ناہمواریوں اور بدعنوانیوں سے بغاوت جنہوں نے زندگی کے بدصورت پہلوؤں کو اُس کے خوبصورت پہلوؤں پر حاوی کر دیا ہے۔ جبر و استبداد کو عدل گستری و منصفی کا نام دے دیا ہے، بے حیائی و بے غیرتی کو خودداری و غیرت مندی کے مترادف سمجھا ہے۔

حاکمیت کو اپنی تقدیر اور محکومیت کو دوسروں کا مقدر جانتا ہے۔ جہل کو عرفان، شر کو خیر، خیانت کو دیانت، جھوٹ کو سچ، رشوت کو ھذا من فضل ربی، چور بازاری کو کمال فنکاری، غداری کو وفاداری کا نام دے کر اور ہزیمت کو فتح مندی کا نشان سمجھ کر زندگی کی جملہ خباثتوں اور لعنتوں کو معاشرے پر مسلط کر دیا ہے۔ زندگی کا یہ ہیبت ناک موسم کشمیر سے لے کر فلسطین تک اور فلسطین سے لے کر جنوبی افریقہ تک نفرت کے گہرے بادلوں کے ساتھ برسوں سے چھایا ہوا ہے۔ یہ بادل نہ برستے ہیں نہ چھٹتے ہیں بلکہ تلوار بن کر، کمزور اور نہتے انسانوں کے سروں پر ٹنگے ہوئے ہیں...... بادل ذرا دیر کے لئے چھٹ بھی جاتے ہیں تو بارود کا دھواں، فضا کو تیرہ و مسموم بنائے رکھتا ہے۔ خود عطؔا شاد کے لفظوں میں:

عطؔا! یہ آنکھ، دھنک منزلوں کی چاہ میں تھی
چھٹا جو ابر، گھنی تیرگی کا باب سجا

عطؔا شاد کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی بھیانک موسم میں بسر ہوا ہے۔ وہ آج بھی ذہنی طور پر اسی خوف و بے یقینی اور حبس و جبر کے موسم میں جی رہا ہے۔ حیرت سے سب کچھ دیکھ رہا ہے، محسوس کر رہا ہے اور پورے شعور کے ساتھ محسوس کر رہا ہے گویا برسوں سے عذابِ آگہی کا شکار ہے چنانچہ جب آگہی کے اس عذاب سے نجات پانے کی کوئی صورت نظر آتی ہے تو وہ بلبلا اٹھتے ہیں۔ اس کے دل و دماغ احتجاج و بغاوت کی آگ سے تپنے لگتے ہیں۔ اس کے اشعار صاف اعلان کرنے لگتے ہیں کہ عطؔا شاد کے اندر کا آدمی بری طرح سُلگ رہا ہے، جل رہا ہے، راکھ ہوا جا رہا ہے...... ہر چند کہ ظاہر میں نہ کہیں دھواں کا نشان ہے نہ آگ کا، نہ کہیں شعلے کا پتہ ہے نہ راکھ کا، پھر بھی باطن ہے کہ الاؤ بنا ہوا ہے۔ شیخ سعدؔی کے لفظوں میں ایک ایک حرف پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ

”سوختم لیک نہ دانم بچہ عنوانم سوخت“

خود عطؔا شاد کے الفاظ میں:

عطؔا! نہ پوچھ کسی شبنمی خیال کی آنچ
خُمارِ آبِ بقا چاہتی ہے خاطرِ شاؔد

چنانچہ صرف اس خیال سے کہ شاید اس طرح سوزِ بے پناہ سے پناہ مل جائے اور دُروں خانے کا اضطراب والتہاب ذرا دیر کے لئے تھم جائے، عطؔا شاد نے علاج بالمثل کو چارہ گر سمجھا۔ زہر کا توڑ زہر سے کرنا چاہا، عُرفؔی کے اس شعر:

ہم سمندر باش وہم مَاہی کہ دَرجیحونِ عشق
رُوئے دَریا سَلسبیل وقعرِ دَریا، آتش است

کو حرزِ جاں بنالیا۔ ایک دو دن نہیں، برسوں آتشِ سیال میں ڈوبے رہے، خم کے خم لنڈھاتے رہے اور جسم و جان کو سیراب کرتے رہے پھر یہ دیکھ کر کہ آتشِ سیال ان کی شعلہ نفسی کا مداوا نہیں ہو سکتی، شراب کی گرمی ان کی حرارتِ طبع کو شکست نہیں دے سکتی اور بادہ پیمائی، بادیہ پیمائی کی حریف نہیں بن سکتی، انہوں نے ہمیشہ کے لئے مے نوشی ترک کر دی لیکن کیا ایسا کرنے سے ان کے دروں خانے کی آگ سرد پڑ گئی؟ ہرگز نہیں! ان کے اندر کا آدمی آج بھی گیلی لکڑی کی طرح سلگ رہا ہے، کبھی دھواں دیتا ہے، کبھی کوئلے کے شعلوں کی طرح دہکتا ہے۔ گویا عطاؔ شاد کے لئے شعر گوئی تفریح کا مشغلہ نہیں، دل و دماغ کو احتجاج کی آگ سے نجات دلانے کا وسیلہ ہے۔ تبھی تو عطاؔ شاد کی نظمیں ہوں یا غزلیں، سب کی سب اپنے اندر اس آگ کی کوئی نہ کوئی علامت ضرور رکھتی ہیں۔ بات دریا کی ہو یا پہاڑ کی، ذکر باغ و راغ کا ہو یا برفانی چٹانوں کا، گفتگو مشاہدۂ حق کی ہو یا بادہ و ساغر کی، تذکرہ آرائش خم کا کل کا ہو یا اندیشہ ہائے دور و دراز کا، جزو میں کل کو دیکھنے کا مسئلہ ہو یا قطرے میں دجلہ کے نظر آنے کا، حکایت خنک و سبک ہواؤں کی ہو یا تند و تیز موجوں کی، ممکن نہیں کہ عطاؔ شاد کے آتش کدہ جاں کی چنگاری، شعوری یا غیر شعوری طور پر اس میں جگہ نہ پا گئی ہو، سچ کہا ہے کہ:

عطاؔ سے بات کرو، چاندنی سی، شبنم سی
خنک نظر ہے مگر دل الاؤ رکھتا ہے

کرب روح اور تپش جاں کی یہ علامت عطاؔ شاد کی شاعری کی سب سے نمایاں علامت ہے یہ علامت ان کے یہاں ایک روپ میں نہیں، متعدد صورتوں اور رنگوں میں صفحہ بہ صفحہ، شعر بہ شعر اکثر جگہ ظاہر ہوئی ہے۔ راکھ، شعلہ، شرر، سورک، چتا، دھوپ، کرن، شعاع، آفتاب، آگ، آتش کدہ، آتشیں، آتش گاہ، خورشید، خاک، دوزخ، برق، شرار، آنچ، آلاؤ، انگارا، بجلی، آتش نفس، خاکستر وغیرہ کے الفاظ ان کے کلام میں غیر معمولی تکرار کے ساتھ ملتے ہیں اسی طرح بعض مصدر مثلاً تپنا، جلنا، پگھلنا، راکھ ہونا، لپکنا، بجھنا وغیرہ کا استعمال بھی ان کے یہاں بار بار ہوا ہے۔ یہ سارے الفاظ جو ہر اندیشہ کی گرمی کے نشانات ہیں...... یہ نشانات کبھی مفرد شکل میں اور کبھی ترکیب کی صورت میں، عطاؔ شاد کے اشعار میں حسن و معنی کی عجیب تہداری پیدا کرتے ہیں۔ یہ تہداری ظاہر میں سادہ لیکن باطن میں حد درجہ پُرکار ہے۔ صرف چند مثالیں جہاں تہاں سے دیکھتے چلئے:

تمام شب تھا، ترا ہجر، تیرا آئینہ گر
تمام شب، مرے پہلو میں آفتاب سجا

جلے پتھروں پر
ٹھہرتی شبوں کی یہ کیا راکھ لکھ کر گئی ہے
یہ جب، میں نے سوچا
تو ایسے لگا
جیسے وادی کے سب سرد پتھر پگھلنے لگے ہیں

آج پھر شام کی چتاؤں میں
جل رہا ہے کوئی جواں سورج

آسمان پر مہکا ، کوئی ابر کا چھینٹا
دشت میں سلگتا ہے، درد بے روائی کا

آ مرے ذہن کے آتش گہہ میں
اور احساس کا کندن بن جا

مہتاب پہ تعمیر کرو کوئی نظر خواب
شبنم پہ کبھی دھوپ کا سبزہ بھی اُگاؤ

ان کا ارشاد ہے، ہم خاک سے سیراب رہیں
جو کڑی دھوپ کو ساوَن کی گھٹا کہتے ہیں

کتبۂ شام، سرِ صبح کا مژدہ ہے عطا
عطاؔ ستاروں کو بھی سورج کا لکھا کہتے ہیں

ازل کے آتش کدہ میں انسان جل رہا ہے
مگر یہ سورج!
مگر یہ کندن!

کس کو اس دور میں ہے فرصت عشق خوباں
آگ تیرے لب و رخسار نے برسائی ہے

دھوپ کی تمازت تھی، موم کے مکانوں پر
اور تم بھی لے آئے، سائبان شیشے کا

جو برقِ شجر تھا، شبنم بھی وہی تھا
سورج کی کرن تھا، شررِ نم بھی وہی تھا

گرتی ہوئی ہر بوند میں تھا، برف کا رشتہ
شعلوں میں بجھے، خون کا پرچم بھی وہی تھا

گوہر اشک کو آتش کدۂ سنگ کہوں
یوں تصور کو سمیٹوں کہ اسے تنگ کہوں

شعلہ ہو جذبِ زمیں اور لپکتا جائے
خون آہن سے بہے، درد ٹپکتا جائے

برگ سے برق گرے
آگ سے دریا پھوٹے
قطرۂ موج سے جلتا ہوا صحرا پھوٹے

یہ دل بھی زخم ہے، وہ گل بھی گھاؤ رکھتا ہے
تمام شہر، طلب کا الاؤ رکھتا ہے

وہ ایک شاخِ نشیمن کہ اب بھی تازہ ہے
وہ ایک برقِ خرابی کہ بار بار گری

اس قسم کے شعر دو چار نہیں بکثرت ہیں۔ بعض بعض غزلیں مطلع سے مقطع تک اپنی فضا کو ان علامتوں سے گرم کئے ہوئے ہیں۔ کہیں سورج کی ردیف میں غزل کہی گئی ہے کہیں سردی کی ردیف میں۔ ہر چند کہ سردی کی ردیف والی غزل میں سردی کا لفظ استعارہ ہے، جسم و جاں پر سیاست درباں کی خوف زدگی کا، عرصہ حیات کی تنگی کا اور تنہائی کے ڈر سے دل و دماغ کی یخ بستگی کا، بایں ہمہ غزل کی پوری فضا آنچ دے رہی ہے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کا یہ عالم ہے کہ "آبگینہ، تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے"۔ صرف دو شعر دیکھئے۔

جب سے سلگا ہے گلستان، بہت سردی ہے — ٹہنیاں بھیگتی جاتی ہیں، دھواں اُٹھتا ہے

اے شرر خانہ امکان، بہت سردی ہے — دور تک کوئی نہیں، یخ کے خرابے میں عطا

یوں لگتا ہے جیسے عطا شاد کا یہ شعری مجموعہ "سنگاب" نہیں تپیدن کی فصل اور سوختن کا باب ہے۔ ورق الٹتے جائیے، علامتوں کو ذہن میں رکھئے، شاعر کے گرم نفس کی گھتیاں خود بخود کھلتی جائیں گی، نہاں خانہ معنی تک رسائی آسان ہو جائے گی پھر یہ رسائی اشعار کے تلازم لفظی پر از سرِ نو غور کرنے پر مجبور کرے گی اور جب آپ یہ دیکھیں گے کہ آگ اور دھواں اور شعلہ و شرر کے تلازمے بلوچستان کی برف پوش پہاڑیوں کے پیچ و خم اور اس کے کُہر آلود زمستانی موسم میں رنگ و نور کا آبشار بن گئے ہیں تو آپ پر لطف و انبساط کا ایسا عالم طاری ہوگا کہ عطا شاد کی تخلیقی صلاحیتوں کا اعتراف بہر طور کرنا پڑے گا۔

تمازت و حرارت کے تلازمات کی طرح روشنی کے تلازمے بھی "سنگاب" میں خاص اہمیت رکھتے ہیں اور عطا کی شخصیت و شاعری دونوں کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ اوپر کسی جگہ کہا جا چکا ہے کہ روشنی عطا شاد کے رجائی نقطہ نظر کا نام ہے جو انہیں زندگی کے مستقبل سے ایک لمحہ کے لئے بھی مایوس نہیں ہونے دیتا بلکہ خیر و شر کی آخری جنگ میں خیر کی فتح مندی کی بشارت دیتا ہے، تاریک راستوں کو روشن بناتا ہے، استقامت کے ساتھ قدم آگے بڑھانے اور کامرانی کے یقین و اعتماد کے ساتھ جینے کا حوصلہ بخشتا ہے۔ فکر و نظر کی یہ رجائیت جسے میں نے روشنی کہا ہے "سنگاب" کے ہر صفحے میں چاندنی کی طرح چمکتی ہوئی ہے۔ حرارت کی طرح روشنی کے بھی بے شمار تلازمے "سنگاب" میں استعمال ہوئے ہیں صرف چند الفاظ دیکھئے۔ سورج، کرن تاب، ماہتاب، شمع، ستارے، بصارت، نجوم، سحر، صبح، بصیرت، مہتاب، چاندنی، آفتاب اور صبح وغیرہ جن کی مدد سے عطا شاد نے سوچ کی آنچ میں تپتے ہوئے دل و دماغ کو روشنی کی خنک راہ دکھائی ہے، احساس کے الاؤ کو معتدل بنانے کے لئے بصیرت و بصارت کی شبنم ٹپکائی ہے، زندگی کی دھوپ میں جلتی ہوئی آدمیت کے سر پر مہتاب کی چادر تانی ہے اور تاریک راتوں کے مسافر کو صبح

کی نوید سنائی ہے۔ بے آسوں کی آس بندھائی ہے اور غم کے ماروں کو زندگی کرنے اور حالات سے دست و گریباں رہنے کا حوصلہ بخشتا ہے...... چند اشعار دیکھئے۔

کب تک تو بنا رہے گا پتھر
پانی بھی لکیر کھینچتا ہے

لب گویا کہ جو اک موج ہوا کہتے ہیں
سوچ کی آہنی دیوار کو کیا کہتے ہیں

تجھے یہ دُکھ کہ مجھے عشق نے اذیت دی
مجھے یہ غم کہ نہیں روح تک چبھن کا نشہ

وہ ایک شاخ نشیمن کہ اب بھی تازہ ہے
وہ ایک برق خرابی کہ بار بار گری

مآل کچھ نہ سہی، جستجو تو باقی ہے
وصال ہو کہ نہ ہو، آرزو تو باقی ہے

گزر ہی جانا ہے آخر عذابِ میخانہ
شراب ناب نہیں ہے، لہو تو باقی ہے

آئے گا کوئی سنگ صدا، حرف کا تیشہ گونجے گا
گنگ کہاں تک رہتے ہیں، میں اور دِل اور آئینہ

سیلاب کو نہ روکئے، رستہ بنائیے
کس نے کہا تھا گھر لبِ دریا بنائیے

یہ گدائے منزل کیا زادِ راہ لایا ہے
سر پہ دُھوپ ہے لیکن ہر قدم پہ سایا ہے

وہ جو اِک رشتہ جاں، پھول کا اِس خاک سے ہے
وہ جو اِک ربط اَزل، ارض کا افلاک سے ہے
فکرِ اِمروز سے، اندیشہ فردا سے بلند
وقت کے جور سے، تاریخ کی ایذا سے بلند
دوستی اُس سے، محبت اُس سے

یہ اشعار عطاؔ شاد کی اس رجائی سوچ کی دین ہیں جس کی نمائندگی عموماً حرارت و روشنی کی علامات کرتی ہیں۔ سچ یہ ہے کہ ان علامتوں کے برمحل مصرف ہی نے عطاؔ شاد کے کلام کو بہ اعتبار معنی، تہہ دار اور ان کی آواز کو ہم عصر آوازوں میں قابل شناخت بنایا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ احساس یا سوچ کی یہ گرم نوائی اور اس کی رجائیت ہی عطاؔ شاد کی شاعری اور فن کی روح ہے۔ اس روح کی بے تابی و بے چینی عطا شاد کا مقدر ہے، وہ اگر چاہیں بھی تو اس سے نجات نہیں پا سکتے تبھی تو عطاؔ شاد اگر کبھی اپنے حساس، ہم نفسوں کو کوئی مشورہ دیتا ہے تو صرف یہ کہ۔

دل کے صحرا میں کھوئے ہوئے دوستو سوچنا چھوڑ دو
اپنے سائے کی رہ میں نہ دیوار ہو، سوچنا چھوڑ دو

خود ہی صدمہ بنے اپنے احساس کا تم نے سوچا بھی کیا
اور سوچو تو، خود بھی تماشہ بنو، سوچنا چھوڑ دو

چاندنی رات میں کیا کسی نے کہا، کیا کسی نے سنا
عہدِ ماضی کے خونیں بھنور سے بچو، سوچنا چھوڑ دو

کون ہے بے وفا، کون ہے باوفا، کس کو دو گے سزا　　زندہ رہنا ہی ہے گر تو میری سنو، سوچنا چھوڑ دو
تم کہاں تم سمیٹو گے تنہائیاں، دِل کی ویرانیاں　　یاد کی پتیوں کو بکھرنے ہی دو، سوچنا چھوڑ دو
تم بھی کس کس قیامت کو روکو گے، اس زندگی کیلئے　　غم کے صورت گرو! درد کے شاعرو! سوچنا چھوڑ دو
ٹوٹتے خواب، اجڑے گلستاں نہیں، پھر سے آباد ہوں　　اب نہ گزری بہاروں کو آواز دو، سوچنا چھوڑ دو
زندگی ہے عطاؔ! اِک فقط حادثہ، دِل کی دنیا ہے کیا　　اپنے احساس کے دکھ اٹھاتے رہو، سوچنا چھوڑ دو

لیکن ''سوچنا چھوڑ دینا'' نہ تو عطاؔ شاد کے اختیار کی بات ہے، نہ ان کے ہم نفسوں کے۔ احساس اور سوچ کا یہ ہمہ وقت دمکتا اور ڈھلکتا قیمتی موتی سب کو نہیں کسی کسی کو فطرت سے ملتا ہے۔ یہ ایک طرح کا عطیہ الٰہی ہے جو حیاتِ انسانی کو رقص میں رکھتا ہے۔ دل مردہ میں دوبارہ جان ڈالتا ہے اور امتوں کے حق میں مرضِ کہن کا چارہ بن جاتا ہے۔ اس کے طفیل حرارت و روشنی سے منسلک علامات، علامتوں کے فنکارانہ استعمال، شاعر کی افتادِ طبع، اس کی خاندانی روایات اور جغرافیائی ماحول نے ''سنگاب'' کی پوری فضا کو حسن آفریں و خیال افروز اور متحرک و جاندار بنا دیا ہے۔ اس کی مدد سے عطاؔ شاد کے تخلیقی ذہن نے بکثرت تازہ بہ تازہ اور نوع بہ نوع خوبصورت لفظی تراکیب تراشی ہیں۔ تراکیب نے بھی تقلیب سے اکثر جگہ ایک نیا جادو جگایا ہے۔ زبان کی کلاسیکی روایت کو از سر نو زندہ کیا ہے۔ اساتذہ فن کی مزاج شناسی کا ثبوت دیا ہے۔ ایجادِ ترکیب کے باب میں دہلی، لکھنو، کراچی اور لاہور کے دبستانِ شعری کا حلیف و ہم راز بن کر سامنے آیا ہے ان کے اسالیب شعری کو زبان و بیان کی تازہ کاری سے اپنا بنا لیا ہے اور نئی تشکیلات لفظی سے ''سنگاب'' کے ورق ورق کو سجا دیا ہے۔ نمونہ چند ترکیبیں دیکھئے۔

گل چہرہ، ماہ لب، صدف صورت، دھنک منزل، انجم مثال، مہتاب رخ، خوش چہرہ، صدف نگاہ، گل نژاد، گلاب نژاد، ابدتاب، خوش جسم، آتش لب، زر بدن، شعلہ نما، نظر خواب، نظر نژاد، شب گزار یاد، سنگ زاد، ابد ساعت، گل زمین، نشیب آشنا، برف نفس، قیامت بدن، ابدتاب، رنگ نگر، خلوتِ یخ، آشوب برفاب، حرف دلکشا، دردِ بے روائی، سحر فشاں، شب گرم، خطۂ جاں، وقف زمستاں، دشت ہوا بستہ، بلاکشان نظر، قرب گرم، سبزۂ خیال، انگارِ جاں، دلِ زنگ ظرف، بازارِ صرف، ربطِ ازل، طشت جاں، داغ جمال، سحرِ سخن، آتش گاہ، خمارِ خیال، برقِ خرابی، بشارتِ وصل، نظر ناشناس، فصیل جسم، نگاہِ آئینہ زاد، خمارِ آب بقا، عکس منجمد، دشت تپاں، عجز مصلحت وقت، فقیہہ خود مطلب، شہرِ مے، پابستہ یلغار، قریۂ خاشاک، آب تہہِ سنگ، پندارِ زمیں، خشکابۂ جاں، عمر کشا، قندیلِ دِل، ویران گاہِ خواب، خشکابۂ مراد، اَبر زاد، ماہتاب یاد، دمِ وجودِ استعارۂ جاں، گرم زارِ جاں، شب جبس بے گراں، لہو سرائے، نغمی نما،

نگاہِ جوئے مہر، جذبِ طویل، خرابۂ روشنی، جہادِ جان وتن، شہر اماں، تلخابۂ گرد، رہ گزارِ طلب، فرصت دم گزیدہ، جنبش گل زمین، سکوتِ یخ، چاکِ ادراک، سر نقطہ بے نشاں، انا ساز، آبِ نقش مجاز، اسم افزا نظر، تلخابۂ گردِ شب و روز، بند گذار نشاط، آتشِ صوت سَرد، مہر محرومی ذات، خواب زار مسافت، عمر آزما، ظرفِ زمیں ساز، دامنِ پندرا، چہرہ دست وفا، مرحلہ راندگیٔ آدم، کتبۂ شام، سرمۂ نور آسا، زرتابِ ریشم، گرداب روزن کشا، مزرعۂ جاں، بے طلب صعوبت، آتش کدۂ ازل، کشاکش خیر وشر، اذیت عقل، کربِ عرفان، ازل گیر، ابدتاب، مسافت ہست، حسنِ کائنات آفریں، آئینہ آرائی، جُرعۂ مہتاب صفت، حیرتِ سایہ، شہدلب، سایہ صفت، صوتِ سیل، سدگآب، قحطِ اختیار، گرم قدم، کشتِ اعتبار، فصلِ ہنر، سد سفر، خزاں بخت، سَرِ گنگ زارِ ہوس، حرف جاں، خود پناہ، شب خون ساعت، طفلِ بیمارِ جاں، قہر بادِ مسافت، مہر بُرِ دِل، پندارِ عرض طلب، رہن آزاد، نقد گہہِ خرید، کشکول لب، بابِ ہشت، مشعلِ مظطرب، برقِ شجر سوز، خواب کش دریا، صحرا نفس، شعلہ نگر، خون نابۂ آتش، خیمۂ جاں، آتش کدۂ سنگ، ہوا بردہ، غالِ شب، مطلعِ عاقبت جاں، رسوائے حرف عرض، پردۂ خاشاک......وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کی بے شمار تراکیب ان کی زائیدہ علامات اور ان سے منسلک استعارات و تلازمات، عطاؔ شاد کے کلام میں جامد نہیں متحرک ہیں، خاموش نہیں پر شور ہیں۔ بے زبان نہیں لب گویا رکھتے ہیں، گنگناتے ہیں، گاتے ہیں، بولتے ہیں، باتیں کرتے ہیں اور ''سنگاب'' کی پوری فضا کو تکلم آشنا بنادیتے ہیں۔ ایک اچھے شاعر کی پہچان بھی یہی ہے کہ وہ گردوپیش کی ساری بے جان اشیاء اور فطرت کے سارے بے زبان مظاہرات میں جان ڈال دیتا ہے انہیں زبان عطا کر دیتا ہے، نطق و گویائی سے آشنا کر کے ان سے ہم کلام ہوتا ہے، اپنا مخاطب بناتا ہے اور اپنا رازِ دل اس طرح سنا جاتا ہے کہ کسی اور طرح ممکن نہیں ہوتا۔ عطاؔ شاد نے بھی یہی کیا ہے۔ زندگی کے منجمد ولب بستہ ماحول و مناظر کو متحرک و ناطق بنا دیا ہے اور نطق و تحرک کے مسلسل و مستقل عمل سے اپنے شاعری کو ایک منفرد لہجہ دے دیا ہے۔

چند اشعار دیکھئے۔

یک لمحہ سہی، عمر کا ارمان ہی رہ جائے
اس خلوت یخ میں کوئی مہمان ہی رہ جائے

مجھ شاخ برہنہ پہ سجا، برف کی کلیاں
پت جھڑ پہ ترے حسن کا احسان ہی رہ جائے

صورت سے ہو گل برف سہی پھر بھی عطاؔ شاد
تاثیر میں وہ مشک کی پہچان ہی رہ جائے

دلوں کے درد جگا، خواہشوں کے خواب سجا
بلا کشان نظر کے لئے سراب سجا

ہو خون دل کہ چراغاں، جلے چراغ کہ پھول
عطا کرو کوئی صدمہ، جگر کے داغ کہ پھول

باسک کتاب جاہ
http://baask.com/literature

سنبھل! سنبھل! کہ ڈھلکنے کو ہے ترا آنچل — گری گری تری زلفوں کی آبشار گری
قندیلِ دل ابھی نہ بجھا شب گزار یاد — بھٹکا ہے اپنے تیرگیوں میں نظر نژاد
صحرائے شب پہ تان دے سورج کا سائبان — آئینوں کے سراب میں آتا ہے سنگ زاد
منجمد صداؤں کی بے سکون موجوں میں کوئی آگ سی بھر دے — یا خدا اندھیرے کے ٹھہرتے سمندر کو روشنی کا گوہر دے
سنک رہی ہے بڑی دیر سے، صدا پہ نہ جا — ہوا کا کوئی ٹھکانہ نہیں، ہوا پہ نہ جا
سیلاب کو نہ روکیے، رستہ بنائیے — کس نے کہا تھا، گھر، لب دریا بنائیے
شمع چپ ہے بھی تو کیا، دل کا اجالا بولے — وہ سنے یا نہ سنے، رات کا سکتہ بولے
کوہساروں کی عطا! رسم نہیں، خاموشی — رات سو جائے تو بہتا ہوا چشمہ بولے
وہ گل ہے، اسے پردۂ خاشاک نہ پہنا — خوشبو کو کبھی رنگ کی پوشاک نہ پہنا
یہ چپ کی شکن، دل کی تہوں میں نہ اتر جائے — سوچوں کی ردا، اے مرے سفاک نہ پہنا

ان اشعار کے لہجے کے اوپری سطح پر فراقؔ گورکھپوری کے لب و لہجے کی نرمی و ترنم اور اندرونی سطح پر یاس یگانہ چنگیزی کے لب و لہجہ کی سنگینی و تحکم کے آثار بہت نمایاں ہیں لیکن اصل صورتحال دونوں سے مختلف ہے، عطاؔ شاد نے فراقؔ و یگانہؔ کے لہجوں کو شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم آہنگ و ہم آمیز کر کے ایک نئے لہجے کو جنم دیا ہے، یہ لہجہ ان کا اپنا ہے اور اس لہجے کی تخلیق میں شاعر کی شخصیت، اندازِ فکر، بلوچستان کی سرزمین و آب ہوا، سیاسی و سماجی حالات اور صنعتی تہذیب کے لائے ہوئے تغیرات و انقلابات سب نے بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

حرفِ مرتب

عطا شاد سے محبت اور عقیدت کے سفر میں آج ایک خوشی اور تفاخر کا احساس لئے یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔ عطا شاد بلوچی زبان و ثقافت' طرز فکر و احساس' سیاسی جرأتوں' علمی اظہاریوں اور عملی جدوجہد کی علامت ہیں۔ علامت کا لفظ یہاں اِن معنوں میں کہ عطا شاد بلوچستان کے تمام طبقوں' زبانوں اور اہل قلم کے لئے ایک عہد کا درجہ اور ایک زمانے کی حیثیت رکھتے ہیں جو ہمیں بلوچستان کے منظر نامے کے سارے رنگوں اور امکانات سے آشنا کرتا ہے۔ دعوتِ فکر دیتا ہے۔ دشت و بولان کے پر اثر استعاروں اور علامتوں کو قاری تک پہنچاتے پہنچاتے گنگ سار ہوس پر دردِ دل رکھنے والوں کے سامنے سوالات اُٹھاتا ہے۔

ایک بلوچستانی کے طور پر عالمی سماج کا حصہ ہوتے ہوئے ہر لحظہ بدلتی دُنیا کے تازہ اختراعی منظر نامے کے عمومی حوالے تخلیقی تازگی' موضوعاتی تنوع' اظہار کی جدت' ترتیب و تزئین کا حسن' صوتیاتی عکس کاری' لسانی اشتراکات اور جمالیاتی پہلوؤں کو یکجا کرتے ہوئے عطا شاد ہمارے سامنے ایک منفرد لہجے کے پُر اثر اور دل پذیر شاعر کے طور پر نمایاں ہوتے ہیں۔ ایک زندہ' مضطرب' فعال اور اِرد گرد کو بدل دینے کی صلاحیت رکھنے والے شاعر اور بے انتہا محبت کرنے والے شخص قرار پاتے ہیں۔

کسی بھی زبان کے بڑے شعراء' ادباء اور اہل علم کے فکری محاسن اور کمالِ فن کے رموز سے آگاہی کا سلسلہ بڑے انہماک سے سامنے آتا رہا ہے۔ غالب شناسی' اقبال شناسی' فیض شناسی کے سلسلے میں بہت کام ہوا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہمارے ہاں عطا شناسی کا سلسلہ چل پڑا ہے۔ اِسی تسلسل میں عطا شاد کے اُردو شعری کلیات کو مرتب کرنے اور آپ تک لانے کی لگن ہے۔ عطا شاد سے محبت اور عقیدت رکھنے والے احباب اور اہل ذوق نے بڑی حد تک ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ خصوصاً حمل عطا شاد' رشنا عطا شاد' مسز عطا شاد اور محترم جناب عین سلام نے مجھے "اب جب نیند ورق اُلٹے گی" کو مرتب کرنے میں معاونت کی اور قیمتی مشوروں سے نوازا' شکر گزار ہوں نامور مصور حمید بلوچ کا جنہوں نے کلیات کے ٹائٹل اور عطا شاد کے خوبصورت اور دیدہ زیب اسکیچ سے نوازا۔ کتاب کے پبلشر امان اللہ خان کے دھیمے لہجے اور انکسار کا ذکر ضروری ہے۔ امان اللہ خان ایک خالص تجارتی ادارہ کا انتظام انصرام

سنبھالنے کے باوجود ایک فن کار طبیعت کے شخص ہیں۔ تزئین و ترتیب اور کتابوں، رسالوں اور دیگر نصابی مواد کی خوبصورتی کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں۔ ''کلیات عطاشاد'' کی خوبصورت اشاعت آپ کے ہاتھوں میں ہے...... عطاشناسی کے سفر کو آگے بڑھانے میں آپ کا ذوق اور مطالعہ معاون ثابت ہوگا۔

افضل مراد
ادارہ ادبیات۔ کوئٹہ

آراء

عطا شاد عصری شاعری میں ایک معتبر حوالہ ہے۔ مجھے اُس کی شاعری نے بے حد متاثر کیا ہے۔ جدید بلوچی شاعری میں بھی عطا شاد لاجواب تخلیقات سامنے لا چکے ہیں۔ بلوچستان کی موجودہ صورتحال میں عطا شاد کی شاعری پڑھنے کی بے انتہا ضرورت ہے۔

پروفیسر عبداللہ جان جمالدینی

عطا شاد سرزمین بلوچستان کے ایک ایسے شاعر ہیں جنہوں نے یہاں کی تہذیبی اور معاشرتی زندگی کی اپنے الفاظ میں بہت خوبصورت عکاسی کی ہے۔ مادری زبان بلوچی ہوتے ہوئے بھی اُردو میں اپنے فن کے ذریعے توہمات کے اندھیروں سے ایک روشن اور متحرک فضاء کی تخلیق اور ہر نامناسب حد بندی کے خلاف مثبت عمل کی جانب اشارات اُن کا لازوال شعری کارنامہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ تخلیقِ فن دراصل اظہار خواب ہے اور خواب دیکھنا انسان کا پیدائشی حق ہے۔ دلنواز خوابوں کے بغیر حقیقتوں کی سنگینی کا تصور ممکن نہیں۔ عطا شاد کی شاعری حُسن کی جستجو، ترقی کی آرزو، عدل وانصاف کی سربلندی اور آبرومندانہ خوشحال زندگی کا بلاشبہ ایک روشن اظہار ہے۔

عطا شاد کے مطبوعہ شعری مجموعوں اور غیر مطبوعہ کلام کی کلیات کی صورت میں یکجائی ادبی دنیا کے لئے لاریب ایک نوید ہے۔ میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہوں۔

عین سلام

بلاشبہ بلوچی اور اُردو شاعری میں عطا شاد کا لہجہ منفرد رہا ہے۔ وہ اُردو اور بلوچی دونوں زبانوں کے صاحب اسلوب شاعر تھے۔

افتخار عارف

عطا شاد نے اپنے خوش گوار علمی، ادبی اور شعری سفر میں بلوچستان کو عالمی منظرنامے پر روشناس کرایا۔ عطا ایک متحرک، خوبصورت اور پراثر شخصیت کے مالک تھے...... جذبوں کی سچائی کے امین اور محبتوں کے آب وہوا کے باسی تھے جو ہمیں بارہا یہ یاد دلاتے رہے کہ وفا باسی نہیں ہوتی...... اب اس وفا

کے سفر کو ہمیں آگے لے کر بڑھنا ہے۔

عطا شاد نے کوہ کے کرب کو کمال فن کاری کے ساتھ تاریخی، تہذیبی، ثقافتی، سیاسی اور سماجی حوالے سے اہل ذوق تک پہنچایا اور بلوچستان کے مسائل، تاریخی اہمیت، حسن و جمال کو نمایاں کیا۔ میں دُنیا بھر میں جہاں بھی گیا عطا شاد کا ذکر، حوالہ یا کوئی شعر ضرور سُنا۔ عطا نے اس سرزمین کو اور ہماری شناخت کو اپنا موضوع بنایا جس پر ہمیں فخر ہے۔

افضل مراد ایک جذبوں کی لگن سے سرشار شخصیت کے مالک ہیں۔ کلیات عطا شاد کی صورت میں ایک خوبصورت تحفہ عطا شاد کے چاہنے والوں تک پہنچایا ہے۔ مراد کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو ہوں۔

منیر احمد بادینی

''گل خان نصیر کے بعد عطاء شاد بلوچستان کی دوسری بڑی تخلیقی آواز تھی۔ جو شعلہ بار تھی مگر اسے بڑی محبت اور احترام کے ساتھ پذیرائی ملی۔ عطا شاد طبعی حوالے سے تو شعلہء مستعجل ثابت ہوا مگر اس کی تخلیقی جوت نے اُردو کی شعری روایت میں جذب ہو کر بھی اپنی انفرادیت برقرار رکھی۔

افضل مراد، بے حد متحرک تخلیق کار، مترجم اور محقق ہے۔ اس نے یہ ایک تاریخی کام کیا ہے کہ پاکستان کی ثقافتی تاریخ کے ایک بہت توانا مظہر کے کلیات کو مرتب کر دیا جس کے لئے ایک اُداس عنوان عطا شاد نے خود تجویز کیا تھا۔

انوار احمد

چیئرمین مقتدرہ قومی زبان

۲۰۱۲-۰۱-۰۸۔ کوئٹہ

بے شمار ہاتھوں میں لہراتا عطا شاد کا پرچم حتما سربلند رہے گا۔ وہ پرچم جو کراماتی لوگوں کا تھا۔ جنہیں کرامت سونے کی پلیٹ میں رکھ کر نہیں دی گئی تھی بلکہ جو کربنا کیوں سے گزر گزر کر ولی بنے گا۔ وہ پرچم جسے اُس نے گل خان نصیر کے خالی ہاتھ سے لیا، گل خان نصیر نے جوانسال سے، جوانسال نے رحم علی سے، رحم علی نے یوسف عزیز سے، یوسف نے مست توکلی، توکلی نے جام سے اور جام نے شہ مرید سے لیا تھا اور شہ مرید نے مہر گڑھ کے اپنے اسلام سے لیا تھا...... بقا کا پرچم

ڈاکٹر شاہ محمد مری

ماونڈ

عطا شاد کو پڑھ کر مجھے غالب بہت یاد آتا ہے' بظاہر کوئی مماثلت نظر نہیں آتی لیکن شاعری کی تہہ میں مضطرب جذبہ وہی ہے' جہاں آج بھی نالہ اعتبارِ نغمہ ہی ہے' پلٹ کر کوئی صدا نہیں آرہی جو غبارِ راہ میں چھپ گیا' نجانے کہاں کھو گیا۔

ڈاکٹر فاروق احمد

سُرخ پھولوں سے لدے انار کے پیڑ' گزشتہ خزاں کے جھڑے زرد پتوں کے فرش پر حیران کھڑے تھے۔ مجھے اُن میں بلا کی اپنائیت محسوس ہوئی...... خدایا قدرِ باہم کیا......! شاید یہ کہ ہمیں کسی کا انتظار ہے۔ میں نے منظر میں ضم ہو کے دیکھا تو میں ہرے ٹیلوں کی آغوش میں اکلوتے ایئرپورٹ کے بابِ آمد پر ایک ہاتھ میں سُرخ پھولوں کا گلدستہ اور دوسرے ہاتھ سے ایک پلے کارڈ تھامے کھڑا تھا جس پر اُس کا نام لکھا تھا۔

انتظار کی گھڑیاں قیامت کی ہوا کرتی ہیں۔ کبھی میں خوشی سے انار کے سُرخ پھولوں کی طرح جھولتا اور کبھی زرد پتوں کی طرح فرش نشین ہو جاتا۔ سب مسافر ایک ایک کر کے چلے گئے تب وہ آیا پلے کارڈ پڑھا۔ محض مسکرایا اور تحلیل ہوا میں نے اِدھر اُدھر دیکھا...... سبزہ سرخ تھا...... ٹیلے سُرخ' پہاڑ سُرخ' چلتن سُرخ' زرغون سُرخ' مہردار سُرخ' بے مہر سُرخ...... یہاں تک کہ نیلگوں سمندر کی مثال اور شاہِگان آسمان کی پگڑی بھی...... میں چونک گیا جیسے میں نیند میں چل کر آیا ہوں۔ میں نے باغ سے پوچھا' تم آس اور آب اکھٹے کیے ہوئے ہو خزاں اور بہار دونوں ایک ساتھ جھولے میں لئے ہوئے ہو...... اُس نے کہا یہی اُس کے محبوب موسم ہیں۔ لکھتے لکھتے تھکن کی کیفیت میں' میں کبھی بلا سوچے بول پڑتا ہوں...... پوچھا' تو کیا وہ آئیں گے اُس نے کہا' گئے ہی کب تھے...... اِدھر دیکھو اُدھر دیکھو یہ دیکھو وہ دیکھو......!!!

ایوب بلوچ

معاصر شعراء میں عطا شاد وہ واحد شاعر تھے کہ ان کو کلاسیکی شعراء کے کلام میں کافی دسترس اور عبور حاصل تھا اور اس نے اس سے بھرپور استفادہ کیا اور جب تک کلاسیکی شاعری کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو اس کی شاعری میں وہی رنگ' وہی جذبہ' وہی حدت رہی' وجدان وہی سپردگی چھلکتی رہی اور وہ فن کی رفعتوں میں اپنا ثانی آپ رہے۔

ڈاکٹر حکیم بلوچ

عطا شاد نہ صرف بلوچی ادب اور اُردو شاعری کے حوالے سے بلوچستان کی پہچان تھے بلکہ وہ

 http://baask.com/literature

ایک ایسی شخصیت تھے جس نے بلوچستان کو ملکی اور بین الاقوامی سطح پر متعارف کرایا۔ جدید بلوچی شاعری ان کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے جنہوں نے جدید بلوچی شاعری کو نئی جہتوں سے متعارف کرا کے جدید شعراء کے لئے رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی اُردو شاعری میں بلوچستان جھلکتا ہے اور انہوں نے اُردو ادب میں بلوچستان میں سمولیا ہے۔ ایسی نادرونایاب شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرزاق صابر

۱۶۔۰۲۔۲۰۱۲

عطاشاد اپنی دل نشیں فکری اور جمالیاتی شاعری کی وجہ سے جہاں بلوچستان کا حوالہ ہیں وہاں انہوں نے اُردو شاعری کو بلوچی زبان کے خوبصورت آہنگ سے آشنا کراتے ہوئے بے شمار نئی تراکیب' الفاظ' تشبیہات اور استعاروں سے مالا مال کیا ہے تو دوسری جانب وہ بلوچی ادب کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے بلوچی نظم کو بلند مقام پر پہنچایا ہے۔

معروف محقق' شاعر' ادیب افضل مراد نے عطاشناسی کو مزید وسعت دیتے ہوئے اُن کی کلیات ترتیب دی ہے جو بلوچی اور اُردو دونوں زبانوں اور ادب پر احسان سے کم نہیں۔

ڈاکٹر عرفان احمد بیگ

پتھر کی طرح سخت ریت کی طرح نرم آنکھ کی طرح وسیع دل کی طرح گرفت سے قریب تر' ہاتھ کی طرح سخی' ماتھے کی طرح پُرشکن تحریر میں امربیل' تصویر میں پوست کا پھول' گفتگو میں معصوم مسکراہٹ خاموشی میں بھیگا نس......عطاشاد کیا نہیں تھے......وہ حسن وعشق کے امام ضامن بن کر پھیلتے رہے۔ آج چاروں جانب اُس کی گونج سنائی دے رہی ہے۔

وحید زہیر

ابو کی کلیات کا انتظار کافی عرصے سے لوگ بے تابی سے کر رہے تھے اور میرے جاننے والے کئی ایسے لوگ جو ابو سے اُنسیت رکھتے تھے اب انتظار سے اُکتا بھی گئے تھے اور بارہا اس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ ان کی یہ کیفیت بھی بجا تھی۔

آخر وہ عطاشاد کی کلیات کی بات کر رہے تھے جو بے شک عطاشناسی کی طرف ایک قدم ہے۔ اور میں یہ بات مانتا ہوں کہ کلیات کی اشاعت میں کافی سستی برتی گئی ہے۔ جس میں میری بھی غلطی اور کوتاہی شامل ہے۔ دو سال کوئٹہ سے باہر رہا لیکن پھر بھی اس کتاب کی اشاعت کچھ عرصے پہلے ہو جانی چاہئے تھی۔

افضل بھائی کافی عرصے سے مجھ پر کبھی پیار اور کبھی سختی سے زور دے رہے تھے کہ بابا کی کلیات پر کام کرو۔ اور اب بھی اگر افضل بھائی کی کوششیں نہ ہوتیں تو شاید یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں نہ ہوتی۔

کلیات کو اشاعت میں تاخیر پر میں ابو کے چاہنے والوں سے معذرت کرتا ہوں اور تمام کریڈٹ افضل بھائی کو دیتا ہوں۔ اس کی اشاعت اور ترتیب دینے میں انہوں نے کافی محنت کی ہے۔ یہاں میں انکل عین سلام کا بھی شکریہ ادا کروں گا کیونکہ وہ ابو جیسے مشکل لہجے کے اشعار اور کتابوں کی تصیح کرتے آئے ہیں اور انہوں نے کلیات میں بھی افضل بھائی کا ساتھ دیا۔

''اب جب نیند ورق اُلٹے گی'' نام رشنا نے (برفاگ کے لئے) منتخب کیا تھا لیکن اس وقت ابو نے برفاگ نام رکھا اور یہ کہا تھا کہ کلیات کا نام اس کی مرضی سے ہوگا۔

ماما حکیم کی ''شبیہہ شاد'' اور افضل بھائی کو ابو کے حوالے سے کتاب ''معمارِ ادب'' کے بعد شاید یہ عطاشاد کے حوالے سے سب سے اہم کاوش ہے اور نقاد' طلباء اور جو لوگ عطاشناسی کی بات کرتے ہیں ان کو کچھ تسلی ہوگی اور ابو کے جانے کے بعد ان کی شاعری کے حوالے سے جو تشنگی ہے وہ کچھ کم ہوگی۔

حمل عطاشاد

۱۲ فروری ۲۰۱۲ء

عطاشاد صرف ایک بھرپور محبت کرنے والے شفیق باپ کا نام ہی نہیں ہے بلکہ ہماری زندگی میں ایک ایسے انسان کا نام ہے جس نے ایک ہی وقت میں کئی جذبوں' کئی رشتوں کو ایک ساتھ نبھایا۔ شاید یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ ابو ہی وہ انسان تھے جنہیں ہم تینوں نے اپنا پہلا پہلا دوست سمجھا اور مانا...... اکثر اپنے بچوں کو دیکھتی ہوں تو اُس دوستی کو اپنے بچوں کے لئے بہت Miss کرتی ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ ہمارے بچے اپنے نانا کی باتیں سُن سُن کر بڑے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے ان کے نانا کی شخصیت صرف ایک کہانی نہیں ہے وہ جانتے ہیں کہ ان کے نانا اپنے پیار کرنے والوں کے لئے کیا تھا اور ہمارے لئے ہمارے بچوں کے لئے کیا ہیں!!

ابو کے بعد اکثر ان کی ایک جھلک دیکھنے کو بہت دل چاہتا تھا مگر اب اکثر ان کا ہنسنا' ان کا چلنا' ان کا ہاتھ ہلا ہلا کر بات کرنا' بچوں کیساتھ مستی کرنا' اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنا' ایسی کئی باتوں کی جھلک اب حمل کی صورت میں نظر آجاتی ہے۔ میں نے حمل کو ہمیشہ اپنا بیٹا کہا ہے مگر اس کو اپنا باپ بنتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں حمل کو عطا عطاشاد بنتے دیکھنا چاہتی ہوں!

آخر میں سب سے ضروری بات کہوں گی کہ آج اگر یہ کتاب آپ کے سامنے ہے تو کمال صرف افضل بھائی کا ہے۔ جسے میں ابو کے لئے ان کی محبت کہوں گی اور اس کتاب کے نام کی خوبصورتی کا سہرا سب سے پہلے رشنا کو جاتا ہے کیوں کے اُس نے ابو کے ساتھ مل کر پہلے اس کا نام طے کیا اور بعد میں ہم سب نے پسند کیا۔

مہنا عطا شاد

پتا نہیں ابو کو اپنی کتابیں لانے کا شوق کیوں نہیں تھا۔ پہلی کتاب ''سنگاب'' بڑی مشکلوں سے منظر عام پر آئی اور تیرہ سال بعد جب دوسری کتاب ''برف آب'' منظر عام پہ آئی تو تب تک ابو منظر عام سے ہٹ گئے تھے۔ بہت شوق سے ابو اپنی کتاب میں دلچسپی لے رہے تھے۔ اس بار ہم بچے بھی سمجھ دار ہو گئے تھے۔ اس لئے ابو ہم سے بھی ڈسکس کرتے اور ہم بہت بولتے تھے کہ ابو آپ کتابوں کے نام اچھے نہیں رکھتے ہیں۔ کبھی ''سنگاب'' کبھی ''برف آب'' پھر ابو نے کہا ٹھیک ہے اگلی کتاب کا نام تم لوگ رکھنا تو ہم نے اُن کی نظم ''خواب کی شہریت'' سے یہ نام چُن لیا تھا۔ ''اب جب نیند ورق اُلٹے گی'' اور ابو نے Okay کر لیا تھا۔

''اب جب نیند ورق اُلٹے گی'' کو منظر عام پہ لانے کا سارا Credit لالا افضل مراد کو ہی جاتا ہے ورنہ ہم نے بھی تعاون کرنے میں ابو کی طرح بہت سستی بھرتی۔

بہت معذرت اور بہت شکریہ

رشنا شاد

۰۳-۰۱-۲۰۱۲

عطا شاد کو علم و ادب کی روشنی میں نہایا ہوا ماحول نہیں ملا جو اپنے جینیئس' اپنے شاعر کا احترام کر سکتا وہ' ایک معصوم آدمی تھا' اس میں سچائی کی قوتیں تھیں۔ بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود اس نے اپنی سچائی اور معصومیت کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ اس نے کبھی اپنے عہدے کا فائدہ نہیں اٹھایا۔ جس سے وہ حسن کو بھی کیش کر سکتا تھا' وہ تو سچائی اور خود سپردگی کے جذبوں کے ساتھ چلتا رہا لیکن اس عہد میں جہاں حسن کی خرید و فروخت ہوتی ہو وہاں اس کی سچائی اور خود سپردگی کو پہچاننے والا بھی کوئی نہیں تھا۔

ڈاکٹر فردوس انور قاضی

عطا شاد کو سنگ زاروں کا شاعر کہنا چاہئے۔ پہاڑ' موسم' چلچلاتی دھوپ' سائبان کی تلاش اور شعور سے بھرپور پہاڑ' چشمے' دریا اور کوچ کا عالم...... جس میں انسان کے کوہ کا کرب اور سالوں کا نوحہ اور حقیقی

فطرت کی ترجمانی ہے۔ جس میں خارجی اور داخلی دنیاؤں کی باتیں ہیں۔ جس میں محبت' جستجو' طلب' موم کا مکان' شررخانۂ امکان' بلاکشانِ نظر' فقیہہ خود مطلب اور موج ہائے صدا جیسی تراکیب' انسان کے اندر کی کیفیات کو خوبصورت صناعی سے مزین کئے ہوتے ہیں۔ جس سے ان کی پہچان بخوبی ہوتی ہے۔

عبدالکریم بریالئے

عطاشاد کے ہاں باہر کا ماحول یخ' پت جھڑ زدہ' دور ُخی دھوپ کی طرح' سخت نامہربان ہے شاعر کے تصور محبوب میں سلگتے ہجر کا عنصر حاوی ہے۔ اسے کہیں کہیں بشارتِ وصل ملتی ہے تو وہ حسن یار کو نئے نئے پیکروں میں ڈھالنے لگتا ہے اور اگر کبھی وصل نصیب ہوتا ہے تو شاعر کو لگتا ہے گویا اس نے کسی برف کے انسان کو چھولیا ہے۔

ناصر عباس نیرّ

اُردو شعر عام طور پر عوامی جذبات کی تسکین نہیں کرسکا اور وہ فنون لطیفہ کی دیگر اصناف مثلاً موسیقی' ڈرامہ اور رقص کے مقابلے میں عوامی سطح سے بہت دور ہوگیا ہے۔ لیکن جن اُردو شعرا نے دنیا بھر میں اپنے قارئین اور سامعین کو اپنے تخلیقی جوہر کی بنیاد پر متاثر کیا ان میں عطاشاد بھی شامل ہے اور نہ صرف شامل ہے بلکہ ممتاز ہے اور اپنے اس خیال کو ثابت کرنے کے لئے مجھے ان کے اشعار کو بطور سند پیش کرنے کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ان کے اشعار ہماری عام زندگی میں ہمارے ساتھ پورے شعور اور بیداری کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے' ہنستے روتے ہیں۔ ان کا شعر زندہ اور سرسبز شعر ہے' یہاں اتنا ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عطاشاد کی شادابی' موسمیاتی شادابی نہیں بلکہ اپنی ضد کی کرخت سرزمین پر پھوٹ کر حسن تخلیق کرتی ہے۔

بیرم غوری

عطاشاد کی شاعری میں بلوچی زبان کی لوک داستانوں کے مختلف کردار بولتے اور اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ حانی شہ مرید' شہداد و مہناز اور عومر کا ذکر کر کے عطاشاد اُردو اور بلوچی زبان کے درمیان ایک پل بن جاتا ہے۔ ان کرداروں کا اظہار میں ڈھلنا محض شعری ضرورت کے بیان کے لئے نہیں بلکہ ان کے کرداروں کو علامت بنا کر اس بیسویں صدی کی سائنسی اُردو جدید حسیات کا شاعر' روایت سے اپنے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

محسن شکیل

زمین کے ہر فرزند کی طرح عطا شاد کو اپنی گل زمین سے بھی بہت محبت تھی۔ اس محبت کا اظہار جا بجا ان کی شاعری میں ملتا ہے اور یہی دراصل ان کی شاعری کا حسن ہے' ان کی انفرادیت ہے اس حوالے سے عطا کی شاعری کو دیکھنے کے بعد یوں لگتا ہے جیسے عطا کی زبان سے گل زمیں اور فطرت چشموں' بگولوں' برف دھنک' شبنم' پھوار' کوہ کوہسار اور آبشار کی صورت میں اپنے وجود کا اظہار کر رہی ہوں۔

راز ق نادر

عطا شاد بلوچستان کا آئینہ اور استعارہ ہیں۔ جسے بلوچستان کی نفسیات کو مجسم صورت میں دیکھنا اور سمجھنا ہے وہ عطا شاد کی شاعری اور ادبی خدمات کو دیکھے۔ وہ بلوچستان کے ورڈز ورتھ ہیں لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ ورڈز ورتھ فطری مناظر کے ظاہری سحر سے متاثر ہو کر اپنی تخلیقات سامنے لاتا ہے جبکہ عطا شاد ان مناظر کو اپنی نفسیات اور اپنائیت کی چاشنی سے ہم آہنگ کر کے انہیں اور خوبصورت اور دیدہ زیب بناتا ہے۔

کہساروں کی عطا رسم نہیں خاموشی
رات سو جائے تو بہتا ہوا چشمہ بولے

نور خان محمد حسنی

کوہ کا کرب

یہ چشمے کے پانی میں کیسا غُبار آ گیا ہے
گزرتے ہوئے کاروانوں کی یادیں

جلے پتھروں پر

ٹھہرتی شبوں کی، یہ کیا راکھ لکھ کر گئی ہیں
شِکستہ طنابوں پر خیموں کی تحریر کیا تھی

پڑھی بھی نہ جائے سُنی بھی نہ جائے
وہ بوڑھی زبانوں کی مُشفِق کہانی تھی کیا

نقش جن کے ہواؤں نے گُمہلا دیئے ہیں

یہ جب میں نے سوچا
تو ایسے لگا

جیسے وادی کے سب سرد پتھر پگھلنے لگے ہیں

○

شُعلہ بَرسَرِ شَرر بجاں سُورج
پھول، مہتاب، کہکشاں، سورج

چُھپ گیا ہے کہاں خلاؤں میں
یخ کے صحرا کا سائباں سُورج

ایک زنجیر شب ہے پاؤں میں
ہم گریزاں کشاں کشاں سُورج

آج پھر شام کی چتاؤں میں
جَل رہا ہے کوئی جَواں سُورج

http://baask.com/literature
باسک کتابجاہ

آ، تری زلف کی گھٹاؤں میں
ٹانک دوں کوئی دلِستاں سُورج

جیسے کِھل آئے دھوپ چھاؤں میں
آخرِ شب سَحر فشاں سُورج

ہو مجھے بھی کِرن کی بوند عطا
اے زمینوں کے آسماں سُورج

O

یک لمحہ سہی عمر کا ارمان ہی رہ جائے

اس خلوت یخ میں کوئی مہمان ہی رہ جائے

قربت میں شب گرم کا موسم ہے ترا جسم

اب خطہ جاں وقفِ زمستان ہی رہ جائے

مجھ شاخِ برہنہ پہ سجا برف کی کلیاں

پت جھڑ پہ ترے حسن کا اِحسان ہی رہ جائے

برفاب کے آشوب میں جم جاتی ہیں سوچیں

اس کربِ قیامت میں ترا دھیان ہی رہ جائے

باسک کتابخانہ

تجھ بن تو سنائی نہ دے سورج کی صدا بھی
دل دشت ہوا بستہ ہے سنسان ہی رہ جائے

مرمر کی سلوں میں تو گھٹے آگ کا دم بھی
یہ قریہ جاناں ہے یہاں جان ہی رہ جائے

سوچوں تو شعاعوں سے تراشوں ترا پیکر
چھولوں تو وہی برف کا اِنسان ہی رہ جائے

یہ شام، یہ چاندی کا برستا ہوا جھَرنا
کوئی تری زلفوں میں پریشان ہی رہ جائے

صورت سے وہ تھی، برف سہی پھر بھی عطاؔ شاد
تاثیر میں وہ مشک کہ پہچان ہی رہ جائے

اُس کے نام

مَیں نے خُوشبو کو بھی چُھو کے دیکھا
مَیں نے مُٹھی میں کِرنیں سمیٹیں

مَیں نے بوسے لئے چاندنی کے
مَیں نے سُورج میں سائے کو دیکھا

مَیں ہَوا سے کروں گُفتگو بھی
مَیں صداؤں کا ہر رُوپ دیکھو

مَیں نے سوچوں کے نغمے سُنے ہیں
مَیں نے لفظوں سے چہرے بُنے ہیں

رنگ کا عکس دیکھا ہے مَیں نے
عکس کا رنگ پہنا ہے مَیں نے

مَیں نے قطرے میں دجلے کو دیکھا
مَیں جو سوچوں تو کیا کیا نہ دیکھوں

مَیں جو دیکھوں تو کیا کیا نہ سوچوں
مَیں وہ قادر کہ گُم قدرتوں میں

مَیں وہ شاعر کہ چُپ حیرتوں میں
تُجھ کو سوچوں تو کچھ بھی نہ دیکھوں
تُجھ کو دیکھوں تو کچھ بھی نہ سوچوں

○

دِلوں کے دَرد جگا، خواہشوں کے خواب سَجا
بلا کشانِ نظر کے لئے، سراب سَجا

مہک رہا ہے کسی کا بدن سرِ مہتاب
مِرے خیال کی ٹہنی پہ کیا گُلاب سَجا

کوئی کہیں تو سُنے تیرے عرضِ حال کا حبس
ہَوا کی رِحل پہ آواز کی کِتاب سَجا

تمام شب تھا، ترا ہجر تیرا آئینہ گر
تمام شب، مِرے پہلو میں آفتاب سَجا

وہ کیا طلب تھی ترے جسم کے اُجالے کی
مَیں بُجھ گیا، تو مِرا خانہ خراب سَجا

نہ تُو ہے، اور نہ مَیں ہُوں، نہ وَصل ہے، نہ فِراق
سَجا شَراب سَجا، جَا بجا شَراب سَجا

عطا یہ آنکھ دَھنک منزلوں کی چاہ میں تھی
چَھٹا جو اَبر، گھنی تیرگی کا بَاب سَجا

باسک کتابخانه http://baask.com/literature

○

رَس اُس کے قُرب گرم کا ہے حَرف حَرف میں
وہ خُوش بَدَن گُلاب کھِلاتا ہے بَرف میں

اَنگارِ جاں میں جیسے کوئی سَبزہ خیال
کُھل کر برس گیا وہ دِلِ زنگ ظَرف میں

ہم تھے کہ یاد ہی نہ رہے بھُول کر اُسے
دُنیا زِیانِ نَقد ہے بازارِ صَرف میں

O

یاد کی خُوشبو غموں کی شام کو سُلگائے ہے
زندگی مُجھ کو تری زُلفوں میں پھر اُلجھائے ہے

اَب بھی سوچوں میں دَمکتا ہے کوئی انجم مِثال
اب بھی سَانسوں کو کوئی مہتاب رُخ مہکائے ہے

ایک بار اور آکے مِل اور عُمر بھر تڑپا کے دیکھ
اِک جَھلک دِکھلا کے کب تک رُوح کو ترسائے ہے

جی اُٹھے ہیں جانے کتنی آرزوؤں کے مَزار
کیا کہیں بادِ صَبا آنچل ترا ڈھلکائے ہے

O

آرزوؤں کے خرابے میں بسنتوں کی پھوار
دشتِ دل میں پھر کوئی گل پیرہن لہرائے ہے

موسمِ گُل کی شرابی چاندنی کی چھاؤں میں
حُسن جیسے تیری مست آنکھوں میں ڈوبا جائے ہے

دِل اُسے سمجھے ہے تیرے رس بھرے ہونٹوں کا لمس
سوچ کہتی ہے کہ مینا جام سے ٹکرائے ہے

دھڑکنوں میں روز ہی بُنتا رہوں اُس کا خیال
گیت بن کے جو سدا ہونٹوں پہ سجتا جائے ہے

دُور رہ کر پاس ہے اور پاس رہ کر دُور ہے
زُلف بکھرے ہے کہیں، آنچل کہیں لہرائے ہے

گلباغِ خاک

دوستی اُس سے، محبت اس سے

دِل کے دَریا میں شبِ ماہ کے طوفاں کی طرح
سایہ زَن سوچ کے صحرا میں گلستاں کی طرح

یاد کے خانہ وِیراں میں شبستان کی طرح
غم کے ظلمت کدے میں رُوئے درخشاں کی طرح

کنجِ تنہائی میں جلوت گہہ جاناں کی طرح
تشنہ کامانِ تمنا کو خُمستاں کی طرح

جب نگاہیں کسی دَم ساز کو ترسیں اُس دَم
کوئی خوش چہرہ خداماں سَرِ محفل آئے

جب وفائیں کسی غم خوار کو چاہیں، اُس دم
پیکرِ مہر بنے کوئی مرا دِل آئے

جب کبھی یورشِ غم سے مری آنکھیں برسیں
کوئی طوفاں میں لئے مژدہ ساحل آئے

دوستی اُس سے، محبت اُس سے

وہ جو اِک رشتہ جاں پھول کا ہے خاک سے ہے
وہ جو اِک ربطِ ازل اَرض کا افلاک سے ہے

فکرِ اَمروز سے، اندیشہ فَردا سے بلند
وقت کے جَور سے، تاریخ کی اِیذا سے بلند

دوستی اُس سے، محبت اُس سے

○

ہو خونِ دِل کہ چراغاں، جَلے چراغ کہ پھُول
عَطا کرو کوئی صَدمہ، جگر کے داغ کہ پھُول

ہوئی ہے جب سے وہ خوشبو کی روشنی رخصت
میں سُوچ میں ہوں، صَبا سے جلا ہے باغ کہ پھُول

ہزار جسم ہو تُم صَد ہزار سوچوں گا
صَدف نِگاہ کہ نغمہ، جنوں دِماغ کہ پھُول

یہ کس کی زُلف کا ماحول ہے، نظر پہ محیط
دَمک رہا ہے شبِ مَاہ میں ایاغ کہ پھُول

عطؔا طلب میں بگولوں کی دھول ہے دُنیا
سَراب ہے ہر صحرا، ملے سراغ کہ پھُول

http://.....literature

O

خُوش قد و خُوش جسم سی شئے وہی بَس ایک ہے
یار تیرے شہر میں آدمی بس ایک ہے

آگ بَھری ہے، مگر، شام کے احساس میں
جیسے کڑی عُمر کی رات ہی بس ایک ہے

سوچ بھی دے کر، مجھے تو نے مکاں زد کیا
آگ کا صحرا ہے اور، جھونپڑی بس ایک ہے

روز طلب نذر دوں، دِل کو بھی پاسنگ جاں
عِشق کے میزان میں اب کمی بس ایک ہے

http://baask.com/literature

باسک کتابچاہ

○

میں زَخم زَخم رہوں روح کے خَرابوں سے
تو جسم جسم دہلتا رہے گلابوں سے

کسی کی چَال نے نشے کا رس کشید کیا
کسی کا جِسم تراشا گیا شرابوں سے

میں چُوم چُوم لوں، ایک ایک حرف صورتِ دِل
کلام پاک جنوں حُسن کی کتابوں سے

ترے وِصال کی شب ہے مگر خیال کی دھوپ
سَجا رہی ہے تری رہ گزر سَرابوں سے

میں کتنی دور چلا طشتِ جاں پہ دل لے کر
کوئی نکل کے نہ آیا مگر حجابوں سے

صبا کا ہاتھ یا ہے ترے گداز کا لمس
میں جاگتا ہی رہا گرم گرم خوابوں سے

ہر ایک سمت چکا چوند، چاہتوں کے چراغ
میں شہرِ آئینہ، جلتا ہوں آفتابوں سے

عطاؔ بدن کی وہ کروٹ بھی نیم شب کیا تھی
تمام عمر اُجلتا ہوں انقلابوں سے

○

ٹکراتی ہے کس غنچہ دَہن کی آواز
گونج اٹھی ہے صحرا میں چمن کی آواز

دِل بن کے لیا، لَمس ترے ہونٹوں کا
آنکھوں سے سُنی، تیرے بَدن کی آواز

تھی رقص کی انگڑائی کہ لمحوں کا نشہ
ہے دور تلک چَھن چھنا چَھن کی آواز

احساس کے چہرے پہ ترا داغِ جمال
یادوں کے اندھیروں میں کرن کی آواز

مِل جائیں تو ہوجائے مرتب ترا حسن
غالبؔ کی غزل، مہدی حسن کی آواز

سحرِ سُخن

ابھی تو سحرِ سُخن ہوا ہے
جو پھیلتے فاصلوں کی خوشبو سمیٹتا ہے
جو دِل میں انجانی چاہتوں کی پُھوار اُتارے
خُمارِ جان بن کے میری سوچوں میں سرسرائے
ابھی تو سحرِ سخن ہوا ہے

اگر کبھی اُس کے قُرب کی شبنمی شفق کے گُلاب پھوٹیں
اگر کبھی اس کے نرم ہونٹوں کے گرم بوسوں کی پھول بارش میں
میری ہستی پگھل رہی ہو

اگر کبھی اس کا لمس لذت طراز
وصلِ طویل
قطرہ قطرہ

مِرے رگ و پے میں نشہ بن کر نچُڑ رہا ہو
تو اُس سَمے، آتشیں طلب کا طلسم کیا ہو
تو اُس حلاوت کا اِسم کیا ہو
ابھی تو سحرِ سخن ہوا ہے

○

تجھ کو ہر زاویہ سے جذبِ نظر کرتا ہوں
اپنی تکمیل کروں، تجھ کو مکمل دیکھوں

رَس اتار دیتا ہے، رُوح میں رَسائی کا
سائبَاں سا لگتا ہے، حَرف دِلکشائی کا

آسمان پر مہکا، کوئی اَبر کا چھینٹا
دشت میں سُلگتا ہے، درد، بے ردائی کا

روشنی سے ملتی ہیں، ظلمتوں کو، تاویلیں
ہم گُناہ گاروں سے نام پارسائی کا

بے ہوا سی لگتی ہے، رُت بہار گاہوں کی
دے گیا وہ گُل چہرہ، زخم آشنائی کا

http:/ / baask.com/ literature
باسک کتابخانہ

وَصل رَقص ایسا تھا اِک دھنک سے لمحے میں
یاد گنگاتی ہے زوایہ جُدائی کا

مُجھ سے عشق ملتے ہیں ماہ لَب صَدَف صُورت
عجزِ حُسن دیتا ہے کُفر خود نمائی کا

باسک کتابخانہ
http://baask.com/literature

○

تو جو بچھڑا، تو یہ محسوس ہوا
جسم سے روح کا رِشتہ کیا تھا

آ، مِرے ذہن کی آتش گہہ میں
اور اِحساس کا کُندن بن جا

اَب کے آتی ہے، پھواروں کی مہک
جَل رہی ہے، مِری نبضوں کی چِتا

چاند کے سائے میں اُس کی یاد کی دھوپ
عکس جُھلسے ہوئے صحراؤں کا

اُس سے ہوتی نہ کوئی بات عطاؔ
اور اس بات کا چرچا ہوتا

گل کدہ

(مہر گڑھ کے آثار قدیمہ سے ایک تاثر)

یہ زندگی بھی مسافتوں کا عجیب سا ایک سلسلہ ہے
یہ ایک بے اَنت فاصلہ ہے
رَواں دَواں پھر بھی قافلہ ہے
یہ گل کدہ
جو مہک رہا ہے
صَدا وصَوت ونوا و نغمہ کی دھڑکنوں سے
کبھی اِس اِمروز کا کوئی خوشگوار دِیروز بھی ہوا تھا
کتابِ ماضی کا ایک اِک حَرف
اب بھی اس کی صَباحتوں سے دَمک رہا ہے
بَصیرتوں کو ہمک رہا ہے
مثالِ طفلِ طلب، تراشے

یہ فکر کا ایک ایک گوشہ
شناخت کا ایک ایک لمحہ

یہ، گل کدہ

جیسے اِک علامت ہے، اپنے عہدِ نظر گزشتہ کی روشنی کی
کہ جیسے سوئے ہوئے مقابر میں دفن، افسانے آگہی کے

گزرتے قرنوں کے کاروانوں کا اِک نشانِ قدیم وخستہ
ازل سواروں کی راہواروں کے نقش ہائے سفر کشیدہ
ظفر کشیدہ
یہ، گل کدہ

جو مہک تو دیتا ہے
صوت ونغمہ کی دھڑکنوں کی

مگر اِک آغوشِ خواب دِیدہ ہے

گنگ زارِ محیط لگتا ہے

لیکن ایسا کہ سنسناتا ہے

کبھی اِس اِمروز کا کوئی خوشگوار دِیروز بھی ہوا تھا

کتابِ ماضی، وَرَق وَرَق

ان صَباحتوں سے دَمک رہی تھی

بصیرتوں کو ہمک رہی تھی

یہی زمیں تھی، جہاں گُزرتے دنوں کا سبزہ

لہک اُٹھا تھا

یہی زمیں تھی، جہاں کبھی لہلہاتے لمحوں کی

فصل کٹتی تھی

عہدِ ماضی، مثالِ طفلِ طلب تراشے ہے
فکر کا ایک ایک گوشہ
شناخت کا ایک ایک لمحہ

میں سوچتا ہوں، مگر کہاں وہ
جو نقطہ نقطہ حیات کی آیتوں میں معنی مِثال اُترے
وہ روزِ فردا کی روشنی کے قدیم فرزند
تیرگی کے عظیم فرزند

http://baask.com/literature

باسک کتابجاہ

○

رات زُلفوں میں کٹے، صبح، صَبا ہوجائے
عُمر تا عُمر ٹھہر جائے، بقا ہوجائے

کفر ہے نشہ و مَے، سَاغر و ساقی باطِل
اور اگر مست نگاہوں کی خطا ہوجائے؟

ہم ستم خوردہَ اغیار ہیں، تیری خاطر
تیری خاطر تو زمانہ بھی خُدا ہوجائے

وہ تمنا جو رہے دِل میں تو دھڑکن کہلائے
سُرمگیں آنکھوں میں آئے تو حَیا ہوجائے

جُرم احساس ہے اے شآدیہ دُز دانہ وِصال
خلقتِ شہر کی نظروں کی سزا ہوجائے

(اپنی بلوچی غزل سے ماخوذ)

○

گلِ دہن کا نشہ، بُوئے پیرہن کا نشہ
مہک رہا ہے چمن میں ترے بدن کا نشہ

نظر نہ سنبھلے، زباں لڑکھڑائے، دِل بہکے
وہ حُسنِ تازہ کہ بخشے مئے کُہن کا نشہ

ترے بغیر نہ مرِیخ میں نہ ماہ میں ہے
وہ زندگی کہ جو ہے تیری انجمن کا نشہ

وہ تشنہ ہیں کہ سمندر سے بھی نہ ہوں سیراب
مگر یہ جرعہ شفاف، جان و تن کا نشہ

فراق، لطف، وصل، لذتِ احساس
یہ بانکپن کا نشہ، وہ گداز پن کا نشہ

سُرورِ نغمہ ' خُمارِ خیال ' لذّتِ شِعر
ترے جمال کی مستی ہے' میرے فن کا نشہ

تُجھے یہ دُکھ کہ مجھے عِشق نے اذیت دی
مُجھے یہ غم کہ نہیں رُوح تک چُبھن کا نشہ

طویل زِیست کے انجان راستوں میں عطا
بہک رہے ہیں یہ ہم اوڑھ کر کفن کا نشہ

http://baask.com/literature

O

دَم گھٹے شہر، بے حساب ہوا
ہے مِرے دور کا عذاب، ہوا

تنگیں[۱]، دلِ پہ سائبان، سَراب
مَرمَریں جِسم کا گلاب، ہوا

چاہئے ضَو کا ذائقہ، وَرنہ
خاک خورشید، ماہتاب ہوا

رات بھر چاہ تھی، چَراغ، چَراغ
صبحدم سر انقلاب ہوا

۱۔ بلوچی لفظ: پیاسا

ان سنی دھڑکنوں کا درد، صدا
ان کہی خواہشوں کے خواب، ہوا

ہاں ترے عہد کا قلم، تاریخ
ہاں مری سوچ کی کتاب، ہوا

ہم سے پھوٹے عطا یہ جاں کا حبس
کہ حباب آب ہے، اور آب، ہوا

○

شفق کے پھول کھلے، اوس کی پھوار گری
جہاں جہاں پہ صبا چھو کے روئے یار گری

سنبھل سنبھل کہ ڈھلکنے کو ہے ترا آنچل
گری گری، تری زلفوں کی آبشار گری

مری حیات کو آئینہ ہے، وہ شبنم خوں
ڈھلک کے جو تیری پلکوں سے بیقرار گری

وہ ایک شاخِ نشیمن کہ اب بھی تازہ ہے
وہ ایک برقِ خرابی کہ بار بار گری

وہ ایک بات جو نشتر نہ تھی، خدنگ نہ تھی
جگر کے پار ہوئی، صورت شرار گری

○

ہے جسم جسم دھڑکتی رُتوں کا شہر آباد
یہ آفریدۂ مہتاب، وہ گلاب نژاد

ہم اِک بشارتِ وصلِ نظر پہ مر جائیں
تِرا مزاج نظر ناشناس، زندہ باد

نظر نظر میں دمکتی ہے رُت جگوں کی دھنک
فصیلِ جسم میں ہم ہیں، مثالِ خواب آزاد

قدم قدم پہ چمکتے ہیں، چاہتوں کے سَراب
بچھا ہے شیشۂ دل، اسے نگاہِ آئینہ زاد

پھوار بن کے گرے جیسے حرف حرف کا رس
تری زباں سے سنوں اپنے عشق کی روداد

عطؔا نہ پوچھ کسی شبنمی خیال کی آنچ
خمارِ آبِ بقا چاہتی ہے خاطرِ شاؔد

○

ہے مری خواہشوں کی خوشبو، راکھ
اور ترے جسم کا گلاب، ہوا

○

وصلِ نگاہ لطف طلب، عرضِ حال ہو
درگاہِ دل میں گل بدنوں کا دھمال ہو

چھولوں تو پور پور میں لرزے ہے موجِ مَئے
سوچوں تو دھڑکنوں میں سمٹتا خیال ہو

گل وہ بکھیر، زخم اَبد تاب جس سے ہوں
"کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو"

اِک عکسِ مُنجمد ہے، یہ بے قُربِ گُل رخاں
دِل جیسے تیرے پھول سے عارض کا خال ہو

کیا آرزو کریں کہ عطا جس کی آرزو
دشتِ تپاں میں آبِ رواں کا سوال ہو

○

مآل کچھ نہ سہی، جُستجو تو باقی ہے
وِصال ہو کہ نہ ہو، آرزو تو باقی ہے

گزر ہی جانا ہے آخر عذابِ میخانہ
شراب ناب نہیں ہے، لہو تو باقی ہے

ترے خلوص کی راہیں بدل گئی ہیں تو کیا
مِری وفا کی مگر آبرو تو باقی ہے

خزاں کی گرد نے دُھندلا دیئے ترے خاکے
مگر طلب کی بہاروں میں تو تو باقی ہے

یہ عجزِ مَصلحتِ وَقت کب تلک ہے عطؔا
ترے مِزاج میں رندانہ خو تو باقی ہے

نظم

وہ فقیہہ خود مطلب

جب سے بند کر بیٹھا

شہرِ مئے کا دروازہ

شام کے اترتے ہی

تجھ کو ڈھونڈتا ہوں میں

لوٹتا بدن لے کر

○

بے وجہ تھی اِک سرخوشی اچھے دنوں کی بات ہے
ہر شب مثال صبح تھی، اچھے دنوں کی بات ہے

دل کے سلگتے دشت میں رہتی تھی نشے کی پھوار
تو اور میں چاندنی اچھے دنوں کی بات ہے

میرے پریشاں خواب سے بالوں میں تیری انگلیاں
نیندوں میں دھڑکن جاگتی اچھے دنوں کی بات ہے

سوزِ قدح سے بزم میں ہم رت جگے چھڑکا کیے
ہر سوچ تھی صُورت تری اچھے دنوں کی بات ہے

○

میں تجھ کو نذر کروں، اور کیا وفا کے سوا
بس ایک دِل ہے مرے پاس اب دعا کے سوا

خدا کرے کہ ترا ساتھ ہو، قیامت تک
کوئی بھی تیرے مقابل نہ ہو، بقا کے سوا

ترے بغیر مجھے اور کچھ سجھائی نہ دے
سُنائی دے نہ مجھے کچھ تری صدا کے سوا

تو ہمسفر ہے مرے کرب کی مسافت کا
مَتاعِ زیست بھی کیا ہے غمِ آشنا کے سوا

میں بھول جاؤں تجھے، خود کو بھول جاؤں میں
تجھے نہ آئے نظر کوئی بھی عطا کے سوا

○

دل کے صحرا میں کھوئے ہوئے دوستو! سوچنا چھوڑ دو
اپنے سائے کی رہ میں نہ دیوار ہو، سوچنا چھوڑ دو

خود ہی صدمہ بنے، اپنے احساس کا، تم نے سوچا بھی کیا
اور سوچو تو خود بھی تماشا بنو، سوچنا چھوڑ دو

چاندنی رات میں، کیا کسی نے کہا، کیا کسی نے سُنا
عہدِ ماضی کے خونیں بھنور سے بچو، سوچنا چھوڑ دو

کون ہے بے وفا، کون ہے باوفا، کس کو دو گے سزا
زندہ رہنا ہی ہے گر، تو میری سُنو، سوچنا چھوڑ دو

تم کہاں تک سمیٹو گے، تنہائیاں، دل کی ویرانیاں
یاد کی پتیوں کو بکھرنے ہی دو، سوچنا چھوڑ دو

تم بھی کس کس قیامت کو روکو گے، اس زندگی کے لئے
غم کے صورت گرو، درد کے شاعرو! سوچنا چھوڑ دو

ٹوٹتے خواب، اُجڑے گلستاں نہیں، پھر سے آباد ہوں
اب نہ گزری بہاروں کو آواز دو، سوچنا چھوڑ دو

زندگی ہے عطاؔ اک فقط حادثہ، دل کی دنیا ہے کیا
اپنے اِحساس کے دکھ اٹھاتے رہو، سوچنا چھوڑ دو

http://baask.com/literature

O

پارساؤں نے بڑے ظرف کا اظہار کیا
ہم سے پی اور ہمیں رسوا سربازار کیا

درد کی دھوپ میں، صحرا کی طرح ساتھ رہے
شام آئی تو لپٹ کر ہمیں دیوار کیا

رات پھولوں کی نمائش میں وہ خوش جسم سے لوگ
آپ تو خواب ہوئے، اور ہمیں بیدار کیا

کچھ وہ آنکھوں کو لگے، تنگ پہ سبزے کی طرح
کچھ سرابوں نے ہمیں تشنۂ دیدار کیا

تم تو ریشم تھے چٹانوں کی نگہداری میں
کس ہوا نے تمہیں پابستہ یلغار کیا

ہم بُرے کیا تھے کہ اِک صدق کو سمجھے تھے سپر
وہ بھی اچھے تھے کہ بس یار کہا وار کیا

سنگساری میں تو وہ ہاتھ بھی اٹھا تھا عطاؔ
جس نے معصوم کہا، جس نے گنہگار کیا

O

آتش نسبو، زر بدنو، شعلہ نماؤ!
دل قریہ خاشاک نہیں، آگ بجھاؤ

اُڑتی ہیں میری خاک سے گرتی ہوئی بوندیں
کس تاب سے اٹھتا ہے میرے دل کا الاؤ

تم آب تہہ سنگ ہو، پندارِ زمیں ہو
خشکابہ جاں میں نہ کوئی گل ہے نہ گھاؤ

مہتاب پہ تعمیر کرو کوئی نظر خواب
شبنم پہ کبھی دھوپ کا سبزہ بھی اُگاؤ

یہ جرعہ جاں بخش ہی سرمایہ نہیں شآد
ہے عمر کشا روح میں صدموں کا تناؤ

○

تا عمر سنی، قضا کی دستک
زنجیر تھی، آشنا کی دستک

پھر ظلِ اِلٰہ کے دَر پر چمکی
تپتی ہوئی اِک صدا کی دستک

سناٹے کا حبس گونج اٹھے
اے نعرۂ مبتلا کی دستک

مجھ برف مکاں سے کوئی پوچھے
سورج کی تھپک، ہوا کی دستک

http://baask.com/literature
باسک کتاب گھر

مصروف تھی لذتِ بقا سے
آتی تو وہی فنا کی دستک

اِک حرف میں ساری روشنائی
اِک دَر اور کُجا کُجا کی دستک

○

بڑا کٹھن ہے راستہ جو آسکو تو ساتھ دو
یہ زندگی کا فاصلہ، مٹا سکو تو ساتھ دو

بڑے فریب کھاؤ گی، بڑے ستم اٹھاؤ گی
یہ عمر بھر کا ساتھ ہے، نبھا سکو تو ساتھ دو

جو تم کہو، یہ دل تو کیا، میں جان بھی فدا کروں
جو میں کہوں، بس اِک نظر، لٹا سکو تو ساتھ دو

ہزار امتحاں یہاں، ہزار آزمائشیں
ہزار دکھ، ہزار غم، اٹھا سکو تو ساتھ دو

باسک کتاب گھر
http://baask.com/literature

میں اِک غریب بے نوا، میں اِک فقیر بے صدا
مری نظر کی التجا جو پا سکو تو ساتھ دو

یہ زندگی یہاں خوشی غموں کے ساتھ ساتھ ہے
رُلا سکو تو ساتھ دو ہنسا سکو تو ساتھ دو

سفر کوتاہ

تم نے چاہا بھی
ہم نے سمجھا بھی

تم نے سوچا بھی
ہم نے جانا بھی

مسئلہ ہی نہ تھا، بہم ہونا
مسئلہ ہے کہ ہم، بہم نہ ہوئے

ہم بھی، ایسے نہ تھے، سفر کوتاہ
تم، بھی، ایسے نہیں تھے، زود قدم
عام رفتار تھا، زمانہ بھی

O

قندیل دِل ابھی نہ بجھا، شب گزار یاد
بھٹکا ہے اپنی تیرگیوں میں نظر نژاد

اب کے کوئی کنول، نہ کھلے گا چٹان پر
ویران گاہِ خواب ہے، خشکابہ مراد

یارو کرو چراغ کوئی دل کشید مئے
رِستی ہے اَبر زَار سے اِک ماہتاب یاد

صحرائے شَب پہ تان دے، سُورج کا سائباں
آئینوں کے سَراب میں آتا ہے سنگ زاد

ہم ظرف کائنات نہیں ہے، ہوس کی آنکھ
سمٹا ہے مثلِ نقطۂ خوں آسماں گشاد

ہر لحہ استعارۂ جاں ہے مجھے عطا
اُس کے دم وجود کی بکھری ہوئی زباد

http://...ure

○

حَرف ہیں لَب اور آنکھیں صوت ہیں، چہرہ کھلی کتاب
خاموشی پڑھتی ہے لیکن روز اِک نئی کتاب

روشنیاں آنکھوں میں اتریں، تیرے نام کے ساتھ
ایک زبان کھلی پھر کیا تھا، کھلتی گئی کتاب

برف کی رات سنا کرتے تھے، تیرے جسم کے گیت
یاد کے موسم میں پڑھتا ہوں، آج بھی وہی کتاب

یوں ہر روز دعاؤں میں ہے، تیرے حسن کا وِرد
رِحل پہ ہاتھوں کی رکھی ہو، جیسے کوئی کتاب

کب تک تسبیحوں میں چنتے تیرے شبنم خواب
آگ کے فواروں میں آخر جل کر وہی کتاب

لمس کی تہہ میں عکس چھپا ہو، پس نظر ہو رنگ
گیان مسافت کے ہر پل میں لو دے تری کتاب

شاؔد مجھے سمجھاتے ہو تم ریکھاؤں کی ریت
اسے کتاب پڑھاؤ گے کیا، جس نے لکھی کتاب

○

ترسے یہ گرم زارِ جاں، بَرسے گھٹا سی چاندنی
اے شب حبس بے کراں، کوئی ہوا سی چاندنی

دل کی لہو سرائے میں، ایک ہی اسم ہے تپاں
شام، شفق، طلب نوا، درد، اداسی، چاندنی

سر میں سرور کی کسک، لے میں لپک خمار کی
اور بجھے سکوت میں نغمہ نما سی چاندنی

لفظ کو، لب کا لمس دے، رنگ میں تاب رُخ اتار
تو کہ نگاہِ جوئے مہر، اور میں پیاسی چاندنی

http://baask.com/literature
باسک کتابخانه

آنچ ہے تیری یاد کی، رس ہے تیرے خیال کا
تیرگی نفس کو ہے ایک دعا سی چاندنی

آئے کبھی سمائے بھی، میری نظر کی دھوپ میں
سوچ میں سرسرائے ہے یہ جو رِدا سی چاندنی

قُرب نِشاط ہے عطا، وقت ثبات ہے عطا!
ماہ میں آب تیز سی، مئے میں ذرا سی چاندنی

○

منجمد لمحوں میں رہا جائے
آگ کی دیوار بنا جائے

دل کی منزل ہے طے کہاں ہوگی
روح کی جانب رات جائے

ہوش میں تیرے قرب جو آئیں
لمس کی لذت کا نشہ جائے

ماہ میں تاثیر آگئی مے کی
یوں تجھے کوئی سوچتا جائے

(بلوچی بحر)

○

وقت کی جو صورت گری چاہے
وقت کی تصویر آپ بن جائے

نہیں کا نغمہ

نہ تھا جو کچھ تو نہیں کا وجود تھا تنہا
نہیں تھا حرف، نہیں ساز تھا، نہیں تھا سرور
نہیں زمان و مکاں تھا، نہیں حدود و قیود
نہیں تھا عبد، نہیں کا ہی نام تھا معبود
نہیں جبیں تھا، نہیں کا ہی تھا ثبوت سجود
نہیں تھا علم، نہیں بطن تھا، نہیں تھا شہود
نہیں نہ تھا تو نہیں کا وجود تھا تنہا

http://baask.com/literature

لاوجود

مجھے راکھ ہونا تھا، لذت کی اس آگ میں
مِری سانس اکھڑی ہوئی تھی، لہو گردشوں میں
مجھے ساعتوں کے طلب تاب رنگوں میں، تحلیل ہونا تھا
بدن کی حلاوت میں تھا، میری خواہش کا جذبِ طویل
خواب لمحے تھے میری تھکن کا تقاضا
فنا کی ہوس کی سزا میں
میں پھر ہوں، بقا کی ہوادامنی میں
مجھے نزع کی محرمی نے
جنم کی مسافت میں ارزاں کیا ہے
میں لذت کے شعلوں میں پھر راکھ ہونے کو آیا ہوں
مجھے راکھ ہونا تھا، لیکن میں پھر جل رہا ہوں

سلام

رُکے سیل ستم سے کہاں وہ تشنگی کے
جو چشمے پھوٹتے ہیں، لہو سے زندگی کے

سمندر بن کے ترسیں، گھٹا بن کر نہ برسیں
وہ پیاسے روشنی کے، وہ سائے چاندنی کے

عذابِ جاں کے صدقے، خراب روشنی ہم
متاعِ معتبر وہ، مجاور تیرگی کے

صراط زندگی پر جو آئے سربدست آئے
جہاد جان و تن ہیں، تقاضے سروری کے

وفا کا شہر تھا وہ، طلب میں قہر تھا وہ
ہوائے حبس میں تھے نفس دریا دِلی کے

فراتِ جاں پہ قدغن، کبھی ہوگا جو ہوتا
کہ پھیلے روح تک ہیں، شناوَر آگہی کے

عطا میں کربلا کا خمار تشنگی ہوں
جنم لیتا ہوں مر کے، فنا ہوتا ہوں جی کے

اسم افزا نظر

میں شہرِ اماں کی مسافت
ابد ساعتوں کے تعاقب میں
ہر گام کی سوچ کا حرف آغاز ہوں
ہست و نا ہست کے درمیاں فاصلوں میں بصارت کی دیوار کیا ہے
یہ دیوار کیوں ہے؟
روز و شب کا یہ تلخابِ گرد
وہ گزارِ طلب کے لئے
ظرف احساس کی آزمائش کا آزار کیوں ہے؟
چار جانب یہ سنگیں حصاروں کے لنگر
مری فرصتِ دم گزیدہ سے کیا جنبشِ گل زمیں مانگتے ہیں
ابد ساعتوں کے تعاقب میں قطرہ بہ قطرہ مری دھڑکنیں

http://baask.com/literature

کیوں شمار طلاطم میں نوحہ کناں ہیں

اس سکوت یخ بے سکت میں

مری حیرت حال درماندہ کیا موجہائے صدا آزمائے گی

یہ نشیب آشنا تنگنائے وجود

چاک ادراک سے کس فرازِ فروزاں کا مژدہ بنے گا

میں عجز بصیرت کا سر نقطہ بے نشاں

ایک انا ساز وسعت فضا میں

فقط آب نقش مجاز

سوچ کا حرف آغاز

ہاں مگر تو اتارے

مرے دل کے غارِ حرا میں

عزا گاہِ کرب و بلا میں
کوئی اسم افزا نظر، آیہ معتبر
یہ فصیل بصارت
یہ تلخاب گردشِ شب و روز
یہ بادبانِ سپر سنگ
بند گداز نشاط
آتش صوت سرد
مہر محرومئی ذات
ایک تغیر تقدیر بن جائیں
خواب زار مسافت میں عمر آزمائی کی
تعبیر بن جائیں

آدمی

روح، اِحساس، طلب، حرف، وفا
راندگی، حسن، جفا
جنس، شکست
روز و شب، ماہ و نجوم
برق، خرمن، موسم
تشنگی، ابر، سمندر، شبنم
برف، شفق

بُت گری، رقص، خیال
سایہ، صحرا، دریا
کفر، قفس

ظُلم، ادراک، شرف

صبر، شباب
عشق، انصاف، اجابت، قرآن
آدمی ...... ظرفِ زمیں سازسہی
آدمی ...... دامنِ پندارِ تہی

○

مُنجمد صداؤں کی بے سکون موجوں میں کوئی آگ سی بھر دے
یا خدا اندھیرے کے ٹھہرتے سمندر کو روشنی کا گوہر دے
ایک ہم کہ صدیوں کی سوچ بن کے بکھرے ہیں، خواب بن کے ٹوٹے ہیں
ایک وہ کہ لمحوں کی ایک ایک دھڑکن کو موسموں کا پیکر دے

○

سنک رہی ہے بڑی دیر سے، صدا پہ نہ جا
ہوا کا کوئی ٹھکانہ نہیں، ہوا پہ نہ جا

چلے تو شعلہ جاں ہو، رُکے تو برفِ نفس
سَراب برسرِ صحرا ہو، اس گھٹا پہ نہ جا

ترے غرور کو، تاویل کی ضرورت ہے
مرا بیان ہی سن، شرح مدعا پہ نہ جا

ترے شعور کا کتبہ ہے میرا سنگ مزار
فنا کا کون سزا وار ہے، بقا پہ نہ جا

یہ دیکھ آج میں ہوں خلقِ شہر کی پہچان
ملی تھی کیا مجھے اِس کی سزا، سزا پہ نہ جا

کوئی بھی تجھ سے شناسائی چھین سکتا ہے
ہر آشنا کی طرح، تو ہر آشنا پہ نہ جا

کبھی تو یہ بھی مسیحا تھا، چہرہ دستِ وفا
نگاہِ دردِ طلب، حالِ مبتلا پہ نہ جا

O

پھر بھٹکتا ہے سَرِ راہ تمنا کوئی
پھر وہی مرحلہ راندگی آدم ہے

واقعہ ہے کہ ہر اِک شخص کو سچا جانا
حادثہ ہے کہ مزاج دو جہاں، برہم ہے

تیری نظروں کی عطا ہے تو گوارا، ہر اشک
تو نے بخشا ہے تو ہر داغ ہمیں مرہم ہے

O

لب گویا کو جو اِک موج ہوا کہتے ہیں
سوچ کی آہنی دیوار کو کیا کہتے ہیں

ان کا اِرشاد ہے، ہم خاک سے سیراب رہیں
جو کڑی دھوپ کو ساون کی گھٹا کہتے ہیں

روزِ باراں ہے، تری یاد، ترا غم، شب ماہ
وہ کہاں ہے، جسے اندوہِ ربا کہتے ہیں

کتبہ شام، سرِ صبح کا مژدہ ہے عطا
ہم ستاروں کو بھی سورج کا لکھا کہتے ہیں

○

معنی کا جہاں گونجتا ہے
بے لفظ ہے، وقت بولتا ہے

خیموں سے رُکی ہوئی ہے بارش
دیوار کی قید میں، ہوا ہے

زنجیر بنے گی، یہ خموشی
احساس کی سوچ بے صَدا ہے

کیا دُھوپ کا دوزخی سفر ہے
سائے کا گُمان ڈولتا ہے

طوفان کو پناہ دینے والا
گرداب سے سمت ڈھونڈتا ہے

کب تک تو بنا رہے گا پتھر
پانی بھی لکیر کھینچتا ہے

ہم نیند میں ہوں عطاؔ کہ جاگے
خوابوں کا طلسم ٹوٹتا ہے

میرے ہونے کا عنوان

سبز پانی میں
میرے ہی ہاتھوں کی ریکھائیں
موج آزمائیں

پربتوں پر ہواؤں کے یہ پیچ وخم
میرے ہی دامنِ دِل کا احوال ہیں

مہر وادی میں

بوندوں کی مالا میں
میرے انفاس ہی کی طنابوں سے رِستی ہیں
پھول بنتی
کبھی دُھول چنتی فضا میں
میرے ہی موقلم کی دھنک ہیں

روز و شب کی یہ سوغات

میری آنکھوں کے گہرے خنک شامیانے میں

سرمہ نور آسا کے رنگوں کو پھوہار ہے

میں ہوں دھرتی کا بیٹا

مجھ کو ہالہ ہے

ہر گام پر میری سوچوں کی زرتاب ریشم

دام دل ہے مجھے

میری بکھری نظر کا طلب، خواب پرچم

زندگی کی عطا ہے

یہ گرداب روزن کشا

میری پہچان کی سرحدوں کی ہوا

میری دھرتی میری مزرعہ جان

میرے ہونے کا عنوان

ازل کا آتش کدہ

اَزَل کے آتش کدہ میں انسان جل رہا ہے
انا کا اندوہ بے کراں
ہست و بود کی بے طَلَب صعوبت
وجود کا پیرَہن
اَزَل کے آتش کدے میں انسان جل رہا ہے
کشاکش شَر و خَیر
روحوں کی چیخ
پیہم اذیتِ عقل و کربِ عرفان
قیاسِ یزدان و اہرمَن کی طرح اَزَل گیر اور اَبد مَان[1]
حدِ ادراک تک ہے بے انت ظلمتوں کا فسون پھیلا
بصیرتوں تک ہے روشنیوں کی تشنگی کا جنون پھیلا
مگر حقیقت یہ ہے

[1] دائم

ازل گیر تیرگی کی اتاہ گہرائیوں سے ہر روز
ایک سورج نکل رہا ہے
یہ ایک سورج جو صبح جلتا ہے
شام جلتا ہے
پھر بھی اِک طلب کو سمندروں کی سکون آمیز جنتوں کا حسیں تصور
عمل کی شب تاب روشنی بخشتا ہے
مرتا ہے اور امر ہے
ازل کے آتش کدے میں کچھ ایسے سورجوں کی طرح
وہ روح آفریں بدن بھی ہیں جو سلگتے سلگتے آخر
بنے ہیں کندن
ابد کی منزل کے یہ مسافر
مسافتِ ہست میں ہر اِک لمحہ ہر نفس

حسن کائنات آفریں کا قرآن لکھ رہے ہیں
عمل کا دیوان لکھ رہے ہیں
بقا کی یہ داستان بھی ہے ازل پر حاوی
ابد پہ حاوی
ازل کے آتش کدہ میں انسان جل رہا ہے
مگر یہ سورج!!
مگر یہ کندن!!

O

دل کے صحرا پہ تری زلف کا سایہ گزرا
ابر جو کھل کے نہ برسا شرر آسا گزرا
آذری پیشہ ہیں کافر تو نہیں ہیں اے شاؔد
ہر حسیں پر ہمیں احساس خدا کا گزرا

○

زندگی آئینہ ہے، آئینہ آرائی ہے
اجنبی بھی ہے وہی، جس سے شناسائی ہے

سنگ دِل سامنے آتا ہے تو یہ سوچتا ہوں
آرزو حسن کی دیوار سے ٹکرائی ہے

آج کی رات بھی کرنا ہے کوئی کفر کی بات
چاند کے پھول میں شبنم کی شراب آئی ہے

کس کو اس دور میں ہے فرصت عشق خوباں
آگ تیرے لب و رُخسار نے برسائی ہے

تو نہیں ہے تو ہر اِک جرعہ مہتاب صفت
یاد کی آنکھ سے ٹپکی ہوئی تنہائی ہے

دل وہ صحرا ہے جہاں حیرت سایہ بھی نہیں
دِل وہ دنیا ہے جہاں رنگ ہے، رعنائی ہے

○

پھول سے نازک چہرے دیکھو، زخم سجاؤ
زُلفوں کی تعریف کرو، زنجیر بناؤ

تم نے ٹھہرے پانی میں، کیوں پتھر پھینکا
اب چھینٹے آتے ہیں تو دامن نہ بچاؤ

میں، بے منزل، تم ہو میرے ساتھ کہاں تک
کونپل ہو تم موجوں سے کب تک ٹکراؤ

ہم ہیں اندھیاروں میں روشنیوں کے پیاسے
شہد لبو، سیمیں بدنو! تم ہو، آؤ

میں ہوں کون وفا کا پتلا، تمہیں سزا دوں
خود ہی دامِ وفا پھیلاؤ دھوکے کھاؤ

تم جب چاہو جذب میرے دل میں ہوجاؤ
پھیلا ہے احساس کا دامن ہاتھ بڑھاؤ

یاد تمہاری اور اِک عالم تنہائی کا
تند ہوا کا دریا اور کاغذ کی ناؤ

O

دُھوپ کی تمازت تھی موم کے مکانوں پر
اور تم بھی لے آئے سائبان شیشے کا

O

آپ اور آپ کا حائل بہ وفا ہوجانا
باور آیا، ہمیں انساں کا خدا ہوجانا

○

کسی پہ بادِ صبا کسی کو صَرصَر تھا
مگر گیا تو بھرا شہر دیدۂ تر تھا

ہوا ہوا تو وہی حَرف شعلہ پیکر تھا
مِری زبان سے نکلا مجھی کو نشتر تھا

گھٹا سے گل تو ہوئی ماہتاب کی چاندی
فِشارِ جاں کو مگر یہ بھی اوجِ ساغر تھا

وہ بَرگِ خشک پہ شبنم بنی ہے اَب کی دھوپ
ہوا کے طشت پہ کیا ریت کا مقدر تھا

قفس کریں گی یہ دو چار بوند کیا صحرا
سمٹ گیا وہ جو پندار کا سمندر تھا

برس گیا، نہ شرارہ بنا، وہ سایہ صفت
مثالِ ابرِ تپاں کوئی دشتِ دِل پر تھا

اُجڑ گیا تو گیا وہ بھی صوتِ سیل کے ساتھ
کبھی یہ راہ کا تنہا کھنڈر، مِرا گھر تھا

ملا تو رقص بنا، فرشِ سوگ پر کوئی
بچھڑ گیا تو غموں میں، خوشی کا منظر تھا

میں شاؔد یوں بھی گیا اپنی عمر سے آگے
کہ میرے ساتھ مِری حسرتوں کا لشکر تھا

○

وہ حجاب جس میں کب ہوا جو سُخن رہا
وہی پیرہن میں ہوا کے اس کا بدن رہا

کوئی زہرہ اوج ہی مجھ کو طالع حَرف تھا
مجھے عمر بھر وہی پھول زخم دہن رہا

کوئی ہم میں رشتہ خار تھا نہ گلاب تھا
اسے کیوں وہ دشت لگا جو مجھ کو چمن رہا

میرے ہم طلب، یہ رُتوں کی راہ میں کون تھا
جو جلا تو رنگ بنا، بجھا تو کِرن رہا

وہ تو سنگِ سبز کے دیس کا تھا صنم، عطا
اسے نیم روزِ تپاں بھی سایہ فگن رہا

لوری

زندگی کے جنگل میں
سوءروں کا غوغا ہے
جانے کتنی مدت سے
میرے شیر بچوں کو
نیند بھی نہیں آئی

شب کی جبس گاہوں میں
زخم زخم آہوں میں
مرہمی کراہوں میں
چُپ کی دھند ھناہٹ ہے
خوف خوف آہٹ ہے
اور وقت کی لوری
تیرگی کی راہوں کی

ان کمین گاہوں کی
سوچ بن کے رہتی ہے
چوٹ بن کے کہتی ہے

سُورؤں کے غوغا میں
سہمے سہمے بچوں کے
ننھے ننھے پنجوں میں
سُرخ سُرخ نیزوں کی
برق کڑکڑا اُٹھے
صبح کو جگا اٹھے
عاقبت کی سانسوں میں
گرم گرم کرنوں کی
روشنی کے جھرنوں کی

شبنمی صبا پھوٹے
درد کی صدا ٹوٹے

میرے شیر بچے جب
صبحدم جواں ہوں گے
زندگی کے جنگل پر
کتنے مہرباں ہوں گے

میرے پیارے بچے شیر
کتنے اچھے اچھے شیر

(اپنی بلوچی نظم سے ماخوذ)

○

اَبر بجاں اور صحرا صحرا، ماہ بہ دِل، ویرانے لوگ
پیمانے پیمانے پیاسے، میخانے میخانے لوگ
چُھو کر، اُس برفاب بدن کو، خواہش بھی مَر جاتی ہے
روحوں کی سوداگر دنیا، جسم کے قحبہ خانے لوگ

○

دھڑکے دِل کی آگ سمندر جل جائے
اب کی برف گرے تو شہر، پگھل جائے

نخ پت جھڑ سے شاخ شعاعیں، ٹوٹ جمیں
لاوا لاوا پھول پہاڑ مسل جائے

رنگت لمس ہے نام اُجالے لمحوں کا
ہر رُت سانس میں خوشبو روپ بدل جائے

http://baask.com/literature

○

گہری ہے شب کی آنچ کہ زنجیر در کٹے
تاریکیاں بڑھیں تو سحر کا سفر کٹے

کتنی شدید ہے یہ خنک سُرخیوں کی شام
سُلگا ہے وہ سکوت کہ تارِ نظر کٹے

کیا قحط اختیار ہے، اے شہرِ بے اماں
اڑ کر بھی سوچتا ہے، اے شہر بے اماں

سوگند ہے کہ ترکِ طلب کی سزا ملے
رُک جائے گر قدم کی مسافت تو سَر کٹے

کیوں کشت اعتبار بھی صرصر کی زد میں ہو
کب انتظار خلق سے فصلِ ہُنر کٹے

اِک وقت تھا کہ تجھ سے یقیں استوار تھا
اب وقت ہے کہ رشتہ ہر معتبر کٹے

یہ بھی تو ہو کہ سر کے سبب ہو شکستِ سنگ
یوں بھی تو ہو کبھی کہ شجر سے تبر کٹے

کھل جائیں روشنی پہ مرے پتھروں کے رنگ
اس رات سے پہاڑ کا سینہ مگر کٹے

سد سفر ہے شاؔد مجھے خود مرا وجود
دل سے غبارِ راہ چھٹے، رہ گزر کٹے

O

دشت میں سفر ٹھہرا پھر مِرے سفینے کا
میں نے خواب دیکھا تھا، برف کے پگھلنے کا

دھوپ کی تمازت تھی، موم کے مکانوں پر
اور تم بھی لے آئے، سائبان شیشے کا

میری نبض چھو آئے جس کے ہاتھ ہی تھے سُن
اور پھرا ہوا چرچا، مِرے زخم بھرنے کا

اب بھی بند آنکھوں میں جھانکتی ہیں کرنیں سی
اب بھی ٹمٹماتا ہے، اِک دیا دَریچے کا

تم بھی گنگنا لینا، کوئی پُھول صحرا میں
پتھروں پہ لکھا ہے، میں نے نام سبزے کا

بہہ رہی ہے دریا میں، جیسے فصل خیموں کی
نَصب تھا نشیبوں میں، اختیار جینے کا

اَب کی چُپ عطا چٹکیں، حرف میری سانسوں کا
اب کی چُپ، دہکتا ہے حبس رُت بدلنے کا

○

سب سچے جھوٹے ہیں، میں اور دل اور آئینہ
کٹتے جُڑتے رشتے ہیں، میں اور دِل اور آئینہ

اِک مدت سے ایک ہی رُت، اِک منظر اور نام بہت
روز تماشا دیکھتے ہیں، میں اور دِل اور آئینہ

آگ پہ چھینٹے شبنم کے، سوچ پہ لمحوں کا دھڑکا
سنتے ہیں، چُپ رہتے ہیں، میں اور دِل اور آئینہ

آئے گا کوئی سنگِ صدا، حرف کا تیشہ گونجے گا
گنگ کہاں تک رہتے ہیں، میں اور دِل اور آئینہ

ہر لمحہ اپنا چہرہ، عکس ہے اپنا ہر سایہ
آئینے سے ڈرتے ہیں، میں اور دِل اور آئینہ

ایک دیئے کی جَست ہے اور شب کٹنے پو پھٹے تک
سورج بن کر سوچتے ہیں، میں اور دِل اور آئینہ

شاؔد زمانہ دریا ہے، گھٹتا بڑھتا دریا ہے
ہم سب چاند سفینے ہیں، میں اور دل اور آئینہ

باسک کتابخانه http://baask.com/literature

خاک اور باد کا رشتہ

تو آب تھا
مگر میں تجھے آگ کر گیا
پھر یہ ہوا
کہ تو نے
مجھے ہی بجھا دیا

○

چوبِ صحرا بھی وہاں، رَشکِ ثمر کہلائے
ہم خزاں بخت شجر ہو کے حجر کہلائے

ہم تہہ خاک کئے جاں کا عرق اُن کے لئے
اور پسِ راہِ وفا گردِ سفر کہلائے

اُن کی پوروں میں ستارے بھی ہیں انگارے بھی
وہ صَدَف جسم ہوئے آتشِ تر کہلائے

اپنی راہوں کا گلستان لگے ویرانہ
اُن کی دہلیز کی مٹی بھی گُہر کہلائے

جن کی خیرات سے، لمحوں کی لویں جاگتی ہیں
شب نژادوں میں وہی، دست نگر کہلائے

ان کے کتبے پہ یہی وقت نے لکھا ہے کہ وہ
روشنی بانٹتے تھے، تیرہ نظر کہلائے

وہ جو سُورج سے بھی آنکھوں میں ملا کرتے تھے
کانچ کے گھر میں وہی، موم کے پَر کہلائے

وہ تو دِیواروں میں چنتا ہے زمانے کا ضمیر
ہم ہی کیوں سنگِ سَرِ راہ گزر کہلائے

شاؔد ، بے صَرفہ گیا عُمر کا سرمایہ حَرف
ہم کہ تھے جانِ صَدا، گنگِ ہنر کہلائے

وفا

میری زمیں پر ایک کٹورے پانی کی
قیمت
سو سال وفا ہے
آؤ! ہم بھی پیاس بجھائیں
زندگیوں کا سودا کر لیں

سرِ کنگ زارِ ہوس

دل کہ پندارِ عرض طلب کے عوض، رہن آزار تھا، تم نے پوچھا؟
جب سرِ کنگ زارِ ہوس، حرف جاں بار تھا، تم کہاں تھے؟
سنگ و آہن کے آشوب میں، ہم سپر زادگانِ ودِ پنہ تھے
تو تڑپا نہ کوئی صدا آشنا
اپنے احساس کے کوہ قلعوں میں عمر آزما سر کشیدہ رہے
گونجتا کوئی لحہ نہ آیا
تم نے سوچی، کبھی ایسی شب خون ساعت کہ اک پیرہ زَن
سینہ ناتواں سے لگائے کوئی طفل بیمارِ جاں
(ترکہ آخری)

درِ حق سے تبرگاہ تیرہ میں بھی سرفروزاں رہے
تم نے دیکھا کبھی ایسا روزِ سیہ
گرد چیخوں سے، وحشت کراہوں سے، لب سوز آہوں سے، دودِ عدم سے بھی تاریک تر

ہست و نا ہست کی قہر بادِ مسافت میں اُمید گر کیسے زندہ رہے تم نے جانا؟

تم نے سوچا، نہ دیکھا، نہ جانا
کہ اعضائے یک دیگراں خود سے بے گانہ تھے
ہم تھے آتشِ تغار اور تم تک نہ پہنچی، کوئی لمس آنچ
مہر بَر دِل تم ایسے تھے، دیروز کا ہر زبان قرض
تم سے اگلواتا تھا، اپنے حرف، اپنے الفاظ، اپنے خیال، اپنی سوچ
اہلِ اظہار تم؟
قہرِ سوداگروں کے لئے پاسِ صدق ایک تخریب ہے
ہم خطاکار، کارِ خطا بے خبر
تم وفادار غارت گرانِ وفا، شکوہ سنج
دل کہ پندارِ عرضِ طلب کے عوض رہن آزاد تھا، تم نے پوچھا
جب سرنگنگ زارِ ہوس حرفِ جاں بار تھا، تم کہاں تھے؟

باسک کتاب

○

کس نے روکا یہاں، خوشبوؤں کا سفر، روشنی کے کوئی ہم قدم جائے گا
وہ بھی آواز میں، آگ تھا بجھ گیا، یہ بھی لہجے میں طوفان ہے، تھم جائے گا

میں نے برتا ہے زہراب کا ذائقہ، میں نے دیکھا ہے بیدار سانسوں کو سن
صرف باقی رہے اعتبارِ نمو، یہ جو قاتل رُتوں کا ہے سم، جائے گا

یوں کنارِ طلب سے کنارہ نہ کر، میری جاں میری آغوشِ جاں میں اُتر
میرے احساسِ لب کے خُنک لمس میں، جو بھی شعلہ بنے گا، وہ جم جائے گا

جب بھی سلگا ہے دل میں گھٹاؤں کا غم، ہم نے چمکائی ہے دھڑکنوں میں دھنک
یونہی مہکا رہے چاند راتوں کا رس، یہ اماوس کا سیلِ اَلم جائے گا

نقد گہہ خرید

اِک وہی تو ایسا
متاعِ بے بہا تھا
اِک وہی تھا
جو ابھی نہیں بِکا تھا
تم نے تو اُسے بھی
روند ڈالا
تم نے تو اسے بھی
بیچ کھایا
اس نقد گہہ خرید میں تو اے شادؔ
لے دے کے
ضمیر رہ گیا تھا

○

تو ترا اعتبار چراغاں، اے خدائے طرب ، شب تلک ہے
خواب سوچوں کہ وحشت سمیٹوں، تیرا پندارِ شب، شب تلک ہے

ٹوٹتی، ساعتوں کی صدائیں، لوٹتے وقت کی لو جگائیں
اے قیامت بدن، تیری قربت، خواہش بے سبب، شب تلک ہے

کوئی اظہار کیونکر نہ چمکے، کوئی آواز کیونکر نہ مہکے
میرے آنگن کا سورج سلامت، جرم عرضِ طلب شب تلک ہے

کون احساس کی بند مٹھی میں کوئی سروسایہ سمیٹے
جب کڑی دھوپ کے ظرف کا حرف،صرف کشکول لب شب تلک ہے

تیرے خوش وقت لفظوں کا لہجہ، اب نہ کرنوں کی چاہت بنے گا
شب نژادوں کو رنگوں کی راحت، اِک طلسم عجب شب تلک ہے

پھر لہو کی لکیریں سجا کر، آؤ، قدموں کو رستہ دکھائیں
وہ بچھائیں اندھیرے کی تلکیں[1]، ہم بُجھائیں کہ سب شب تلک ہے

میں چمکتی ہوئی دھڑکنوں کا، ہوں مسافر عطاؔ مجھ سے پوچھو
ٹوٹتی تیرگی کی مسافت، مشعلِ مضطرب، شب تلک ہے

[1] تلکیں۔ دام (بلوچی لفظ)

تین کے بعد نو

ایک مُکّہ

دو مُکّے

اور میں جوڑوں ہاتھ

ایک مُکّہ

دو مُکّے

پھر بھی جوڑوں ہاتھ

ایک مُکّہ

دو مُکّے

پھر، میں چھوڑوں ہاتھ

حکمِ حاکم

ڈوب گئے تو جھوٹے ٹھہرے
دریا پار کیا تو سچے
ایک سو بھیڑیں رکھنے والے
یہ میرے سردار کا حکم ہے
کود پڑو

http://baask.com/literature

ماہناز

میں، وہ اِنجیر کا پیڑ
جو اُگے
گہری گھاٹی کے گھنے سائے میں
تند طوفاں سے بھی جس کے کبھی پتے نہ ہلیں
تیز بارش میں بھی بھیگے نہ کبھی
زورِ زَر بار کی خیراتِ بدونیک سے دور
جو درختوں سے بٹے

معصیت گاہ کے محبس سے پَرے
بے نیازانہ رہے

ہاں مگر اے میرے شہداد
تیرے گلگ کا لمس

میرے انفاس میں بھونچال کی تاثیر بھرے
دل کو زنجیر کرے

میں وہ انجیر کا پیڑ
جو اُگا
گہری گھاٹی کے گھنے سائے میں
تند طوفاں سے بھی جس کا کوئی پتہ نہ ہلا
تیز بارش میں بھی بھیگا نہ کبھی
زور زر بار کی خیرات بد و نیک سے دور
جو درختوں پر بٹی

معصیت گاہ کے محبس سے پرے
بے نیازانہ رہا

مگراب اے شہداد

وہ زمانہ، نہ رہا

پیڑ دم توڑ گیا

تیرے اندیشہ بے سود نے انجیر کی حرمت کا بھرم توڑ دیا

وہ حرم توڑ دیا

اب میرا بندِ قَبا

دَستِ قَضا کھولے گا

یا کوئی عومرِ سَر گشتہ وَفا، کھولے گا

زر بار: جنوب کی ہوا

گلگ: بلوچی لفظ۔ مرد کے بال

عومر: شہداد و مہناز کی رومانی داستان میں عومر کا کردار، ایک معصوم دوست ہونے کے باوجود شہداد ایسے شکی مزاج شوہر کے لئے ماہناز کی طلاق کا باعث بنتا ہے

حانی شاہ مرید

چاکر نے اِک عہد کیا
چاکر۔ رندوں کا سردار
ایک میں جیسے ایک ہزار
اور پھر سب نے عہد کیا
عہد کیا اور خوار ہوئے
خوار ہوئے اور عہد کیا
بھیڑیں، بکریاں، گھوڑے، اونٹ، سبھی ہتھیار
بچے، دوست، محبت کرنے والے سب سچے
حُرفِ زباں کی نذر ہوئے
قول قبیلے سب کے سب بے قدر ہوئے
شاہ مرید، بھی ہار گیا
پھر اِک دن دیوان جما

وقت ہوا تھا

اور سردار کا بخت ہوا

ہوتا ہے ہر تخت ہوا

جب چلتی ہے سخت ہوا

(مَحبَس کی اس مجلس میں اِک پاگل شخص یہ کہتا تھا)

کل شب بجلی کڑکی تھی

برق چمکتی آئی تھی

کل شب چاکر کے گھر پر

اُس کے دَرپرَ

بوجھو، بوجھو، کون تھی وہ

"چاکر تو میرا سردار

چاکر، تیرے ہاتھ میں، میری جان بھی ہے

زبان بھی ہے
ٹھہر، ذرا
سوچوں کا اِک گھونٹ بھروں
کون تھی وہ"
(شاہ مرید یہ کہتا تھا)
"اُس بجلی کے رُوپ میں
میرا سچا، پیار تھا، حانی تھی،
حانی۔ سچا پیار کہ جس کو میں نے اپنے قول کی نذر کیا
پس تو مجھ سے ہار گیا
تجھ سے تیرا پیار گیا
سردار گیا

(حانی شاہ مرید کی داستان سے ماخوذ)

خواب کی شہریت

اب جب نیند ورق اُلٹے گی
وہ آرام کی کروٹ لے گا
اُس کے پہلو، اُس کی یادوں کی محبوبہ
اُسے پیار کے
نرم آغوش کے
گرم طلب کے بوسے دے گی
اب وہ سوچ گا تو نہیں بھکے گا
مستقبل اب اس کا، حال بنے گا
ماضی ہو گا

شام کے اُجلے دامن میں جب صبح کی لالی لہرائے گی
کوئی خوف، درندہ آنکھوں والی چاپ نہیں آئے گی

اب نہ کسی کی آہوں کی سسکی کڑکے گی
اب اس کے ماحول کا جنگل سناٹے کے امن میں ہو گا
اب وہ سکوں کی موت مرے گا

http://baask.com/literature

O

جو برق شجر سوز تھا، شبنم بھی وہی تھا
سُورج کی کِرن تھا، شررِ نم بھی وہی تھا

گِرتی ہوئی ہر بُوند میں تھا، برف کا رشتہ
شعلوں میں بجھے خون کا پرَچم بھی وہی تھا

ہم اس کے زبانِ دِل و جان پر ہیں حنوط آج
وہ زخم کا پندار تھا، مرہم بھی وہی تھا

ہم عجزِ کے سَرگشتہ ہیں، مقتل ہو کہ میداں
جو سَر کہ پسِ دار تھا کج، خَم بھی وہی تھا

اب ہاتھ لکیروں کو بھی دیکھیں تو صدا آئے
جو جانِ دگر آج ہے "جانم" بھی وہی تھا

جو شب سے شفق، شام سے بنتا تھا ستارہ
وہ قادرِ صد وقت تھا، آدم بھی وہی تھا

جو بجھ کے بھی جلتا ہی رہا، جل کے بُجھا بھی
وہ صبح کا مژدہ تھا، شبِ غم بھی وہی تھا

جس رات نہ تھا جھیل میں کنکر کا بھی کھٹکا
اُس رات بجھے چاند کا ماتم بھی وہی تھا

ہر مرگِ تمنا ہے عطا، نذرِ تمنا
دَم جس پہ نکلتا تھا، پسِ دم بھی وہی تھا

کوئی بگولہ، کوئی الاؤ

جمی ہوا کے خشکابے میں
گرتے پتے
بوند
یخ کے سیل خرابے میں
ہر شاخ بادباں
اندھی رُت کی آنکھ کا آنسو
مایہ موتی
کتنے جنم اور کتنے موسم
اور اُتریں گے

صبرِ ثمر تک

سناٹے کی دُھند میں کیا

آواز کا جال نہیں بکھرے گا
لمحوں کے پاتال سے اب کیا
سوچ کا بھنور نہیں اُبھرے گا

کتنے جنم اور کتنے موسم
اور اُتریں گے
صبرِ ثمر تک

O

زنجیر کرو سورج، دیوار کرو دریا
بارش ہے تو لپکے گا، اسے کم نظرو، دریا

آنگن میں بھی آتے ہیں، ہم چھید چھتوں والے
بادل میں بچو شعلے، قطرے میں بھرو دریا

مقدور تمہارا بھی، ہونا ہے ہوا ہونا
صحرا کی ہتھیلی پر، اب تم بھی دھرو دریا

ٹکراتا ہے خیموں سے، کُہسار صداؤں کا
اے خواب کشو دریا، اے کُوزہ دریا

http://baask.com/literature

جینا تو سفر ٹھہرا، خون تا بہ آتش کا
صحرا نفسو سایہ، شُعلہ نگرو دریا

یہ عجزِ طلب کب تک، یہ عَرضِ تماشا کیا
بہتے ہیں عطاؔ کب تک دیوار و در و دریا

باسک کتابجاہ
http://baask.com/literature

شہید

سوچ کے بول سنوں
حرف کو آہنگ کہوں
نطق کا لفظ احساس لکھوں
ڈھنگ کہوں
گوہر اشک کو آتش کدۂ سنگ کہوں
یوں تصور کو سمیٹوں کہ اسے تنگ کہوں
شعلہ ہو جذبِ زمیں اور لپکتا جائے
خون آہن سے بہے، درد ٹپکتا جائے

برگ سے بَرق گرے
آگ سے دریا پھوٹے
دُھول پانی پہ جمے
ریگ سے دھارا پھوٹے

قطرۂ موج سے جلتا ہوا صحرا پھوٹے

ذرہ خاک سے امکان کی دنیا پھوٹے

جسم ادراک کے سانسوں کا کفن بن جائے

روح تخلیق میں آئے تو بدن بن جائے

خار میں پھول بسے

پھول میں نکہت کی طرح

سایہ روشن ہو مگر نور میں ظلمت کی طرح

دل کا طوفاں ہو

زباں پر ہو محبت کی طرح

ذہن کا کرب ہو

تحریر میں لذت کی طرح

http://baask.com/literature

شب کو سُورج کی تپش، ہالہ کرے، دِن چمکے
دوپہر، چاند چمکتا نہیں، لیکن چمکے

آنی جانی ہو مگر آج بھی ہو کل بھی ہو
دورِ فانی ہو مگر آج بھی ہو کل بھی ہو
نوجوانی ہو مگر آج بھی ہو کل بھی ہو
زندگانی ہو مگر آج بھی ہو کل بھی ہو

لمحہ لمحہ ہو مگر روح میں صدیاں گھولے
ایک پتھر ہو زباں سینکڑوں حلقے کھولے

تم ہو پندارِ نفی، نیست کی ہستی کی اَنا
کہ فناؤں کی اَنا ہو، تم اَناؤں کی فنا

○

اب خود پہ کرو سایہ، خاکستر تَر لے کر
تم برق میں آئے تھے، آہن کے شجر لے کر

وہ شاخِ بریدہ بَر کہسار بجاں آئی
کھوئے تھے ہواؤں میں ہم تیغ و تبَر لے کر

اِک زُلف کہیں چٹکی، اِک وَشت کہیں مہکا
مژدہ ہی سجھاتا ہے، مجھ سے مِرا گھر لے کر

اب کف میں نہ آئے گا، وہ ریگ ہوا بردہ
سیلاب گیا کب کا پانی کا ثمر لے کر

لائی تو کہاں لائی آئینوں کی گہرائی
دیوار نظر دے کر دیوار نظر لے کر

آتش کدۂ جاں میں سُلگا ہے زغالِ شَب
سانسوں میں چھڑکتا ہے اِک شخص سحر لے کر

ہر جسم جزیرہ ہے اے شاؔد صداؤں کا
کس لمس کنارہ لوں یادوں کا بھنور لے کر

آوا

کل بھی یہی لمحوں کی جھیل تھی
اور آوازوں کے کنکر تھے
کل بھی ہوائیں موجبار تھیں
کل بھی فضا میں سناٹے کے ڈھول جمی تھی
کل بھی بلکتے فریادی ہونٹوں پہ کرب حرف تھے
کل بھی تھے، تم گوشِ کر
آباد صدا کے ویرانے میں
کل بھی رُت کی چیخ تھی
اور چُپ غوغا تھی
کل بھی پتھر تھے، سر تھا اور آئینہ تھا
کل بھی یہی، سب چہرے حس تھے
آج یہی سب نقش نظر ہیں

بس اب میں وہی نہیں ہوں (جو ہوں)
سب پتھر سب سناٹے سب درد صدائیں
سب آوائیں
تم اب جو ہو، وہی نہیں ہو
اب کے بام پہ میں ہوں
اور تم تہہِ زمیں ہو

O

ہار کی تہمت دے کر ہم کو جیت کے خوف سے لرزاں ہے
بخت پہ ہم گردش میں تھے ہی تخت پہ وہ سرگرداں ہے

سناٹے کا کورا کاغذ، کس کس چپ کی چاپ نہیں
دیکھ ان ساکت ہونٹوں پر کس کس تحریر کا طوفاں ہے

دشت میں ایک درخت اکیلا، سبز تو ہے بے آب سہی
دھوپ کی گہری تاریکی ہے لیکن شاخ فُروزاں ہے

آگ کے ہاتھ نہ موم نہ آہن، آگ کا چہرہ خشک نہ تر
کل جو مرے گھر چنگاری تھی اب ترا شعلہ داماں ہے

http://baask.com/literature
باسک کتابگاہ

تیری ظلمت کے نشے نے کس کا دیا بجھایا تھا
آگ اِک کٹیا سے کیا بھڑکی شہر کا شہر چراغاں ہے

شبنم کا اِک قطرہ جیسے سانس کو صبح کی خوشبو دے
شب کا خمیازہ تھا لیکن مطلع عاقبت جاں ہے

بند ہوا میں وَقت رُکا ہے ورنہ حبس میں دم گھٹتا
شادؔ جہاں ہم آ ٹھہرے ہیں کب کا زہر کا زنداں ہے

O

جنم جنم کی پیاس بجھائے ، ایک سلگتی آس ، دل سیلاب طلب بولان ہو جیسے
برف گرے، یا شعلے برسیں، پھر بھی رہے شاداب، یہ تشنہ کشتِ طَرب بولان ہو جیسے

خنجر خون چکیدہ ہو، یا لالہ لب کی قاش، شہید رنگ کو ہیں، یہ ایک سی بات
عشق کی پھیلی ہوئی سرحد تک، حُسن ہے ایک جہان، اور غم بس ایک ہے سب بولان ہو جیسے

زلزلہ دَر دَاماں ہے لیکن خاک بسر ہے، چاک گریباں، زخم غم احساس سے چور
صدیوں کا محروم، ہزاروں عمروں کا ناکام وہ اِک اِنسان کہ اب بولان ہو جیسے

تشنگی دِل کیسے بیاں ہو، اَرمانوں کا ذِکر، تو جیسے صحرا اور شبنم کی بات
زِیست کے حسرت زار میں تنہا، پیار میں تنہا، میری وفا بھی ایک عجیب، بولان ہو جیسے

بچھڑے ہوئے ساتھی نہ ملے پھر، آتے جاتے موسم بھی ناکام رہے، پر جانے کیوں؟
دل کا راہ گزر ہے سونا، آس تھکی ہے، وہ عالم ہے جان بلب بولان ہو جیسے

ایک وفا ہے ایک محبت، ایک تمنا ایک طلب ہے، پھر بھی میں اس سوچ میں ہوں
تیرے وصل کا باعث تھا بھنبھور ترا، اور میرے لئے اُلفت کا سبب، بولان ہو جیسے

بگولوں کے ستون

کچھ ہوا کے حرف ساکت
کچھ سکوت آسا صدائیں
حبس جاں
ساعتوں کی ریت میں کچھ سنسناہٹ کی نمی
کچھ تھکی سمتوں سے اتریں شام کے رنگوں کے لمس

ٹوٹتی سانسو!
اُدھڑتی دھڑکنو!
رُت کی سنگت اور اَبد کی نیتیں؟
تاثریا جائے گی کیا وقت کی دیوار کج

ہم بگولوں کے ستونوں پر کھڑے
دیکھتے ہیں آسماں بننے کے خواب

اے عاقبت بے صوت وصدا!

بجھنے سے قبل
چراغ کی لو
سکرات سے پہلے
چپ آنکھیں
طوفان طلاطم
ٹھہراؤ
در بند نظر کی دستک سے
جیسے کوئی سورج ٹکرائے
اے عاقبتِ بے صوت وصدا!
اے عاقبت بے صوت وصدا!

اپنی آنکھیں موند کے
اپنے ان ہونے کو قربت لکھوں
دیواروں کو دَر کی تہمت دوں اور سماعت لکھوں
آخر جینا ایسا خواب سراب نہیں ہے
(کوہ چلتن)

O

سیلاب کو نہ روکیے، رستا بنائیے
کس نے کہا تھا، گھر، لبِ دریا بنائیے

مانا، کہ وہ گھٹا بھی، بگولوں کی دھول تھی
لیکن یہ کیا کہ سِل کو ستارا بنائیے

اب پتھروں پہ دیکھیے، خوابوں کے آئینے
اب پانیوں میں پھُول کا چہرا بنائیے

ہونٹوں کا عکس، روپ کا رس، جسم کا طلسم
کیا کیا اُسے تراشیے، کیا کیا بنائیے

ہم سو گئے شفق کو سمجھ کر چراغ شب
اب تیرگی کو صبح کا مژدہ بنایئے

کب تک وفا کو کیجئے، رسوائے حرفِ عرض
کب تک عطا طلب کا تماشا بنایئے

O

جو باغوں میں دیدار بکھیرے، بن میں آوے
وہ بادل ہے تو پھر میرے آنگن میں آوے

وہ مجھ سے میری لکھی لکیر کا مطلب پوچھے
جو خوابوں کا ہرتار، چُنے، اُلجھن میں آوے

جُز یہ کہ کوئی بات بھی ہوگی، دِل کی ہوگی
وہ یاقوتی لب، ہوں، اور کچھ بھی سخن میں آوے

وہ صحرا کا سایہ ہے، وہ سرما کا سورج
وہ ہر پت جھڑ میں بچھڑے، ہر ساون میں آوے

جو کچھ ہو لیکن کبھی نہ اس کی نظر ہو ساقط
یہ اوج بھی شادؔ فقیروں کے مسکن میں آوے

○

شمع چُپ ہے بھی تو کیا، دل کا اُجالا بولے
وہ سُنے یا نہ سنے، رات کا سکتہ بولے

اب کے موسم کوئی سایہ ہے نہ سبزے کا سراب
پیاسی آنکھوں میں سلگتا ہوا صحرا بولے

وہ کوئی گل ہے کہ مہتاب، کرن ہے کہ دھنک
آپ وہ چُپ رہے اور اُس کا سَراپا بولے

کیوں پگھلتی ہے مرے قُرب سے اُس جسم کی برف
آنکھ کیا عرض کرے اور زباں کیا بولے

کب بدل جائے گی سوچوں کی بلکتی ہوئی رُت
کوئی خوشبو کا سندیسہ ! کوئی کاگا بولے

کوہساروں کی عطا رسم نہیں خاموشی
رات سو جائے تو بہتا ہوا چشمہ بولے

گنہگار

سوچ میں بولتی آنکھیں
وہی، ترشے ہوئے، احساس کے یاقوتی لب
وہی، بے لمس گلابوں سے اجلتے عارض
وہی، زلفوں میں خیالوں سی ہمکتی ہوئی لہر
جنتی جسم.........
جنتی جسم کہ آدم کو کرے راندۂ درگاہِ ازل
جنتی جسم کہ، جنت کا بدل
اے مری جانِ حیا!
جانِ جمال!
مرے خوابوں کے ابد تاب عمق میں مرا انسان سوچے
میری مٹی کا گلستاں سوچے
''میں ترے جسم کے خم خانوں کا محرم بن جاؤں''

http://baask.com/literature

ابنِ آدم بن جاؤں

ایک لمحے کا گُنہ گار بنا دے مجھ کو

میں کہ اِک بندہ ہوں، اوتار بنا دے مجھ کو

کھلا اب کے یہ دکھ

کھلا اب کے یہ دکھ

کہ نشے کا آدم جدا ہے

وہ مئے کی مسافت میں جب اپنی خواہش کی جلتی چِتا میں سُلگتا ہے

لگتا ہے

جیسے وہ آدم سمٹتے سمٹے، بکھرنے لگا ہے

اور ذات کی گہری اندھی خلاؤں میں، نابود ہونے چلا ہے

کچھ ایسا ہی، اک کرب کا مرحلہ، اپنے رشتوں میں آیا

وہ دِن تھے، کہ راتیں

وہ لمحے تھے یا ماہ و سال

جو خوابوں کی صورت، رگوں میں اُترتے تھے بن کر، کبھی انتہائے فراق اور کبھی

اشتہائے وِصال

میں معدوم ایسا تھا، لیکن وہ تم تھے کہ قطرہ بہ قطرہ، مرے جسم وجاں میں

دبی روشنیوں کا اک سنسناتا سا احساس بن کر

جگاتے تھے مجھ کو، بلاتے تھے مجھ کو

میں کیا جاگتا تھا، کہ سوتا رہا ہوں

میں وہ کچھ نہیں تھا، جو ہوتا رہا ہوں

گزرتے ہیں دِن اور بچھڑتے ہیں لمحے

وہ مَے کی مسافت، وہ خواہش کی جلتی چِتا

وہ سُلگتے سمٹتے بکھرنے کی وحشی فضا

اب نہیں ہے

مگر آج بھی جانے کیوں، میرے دِل میں، انہی مہرباں قُربتوں کی کسکتی مہک

تم سے بعیت کی خواہش کی صورت مچلتی رہی ہے

اک جہت نیا دوسرا انجمن
http:// baask.com/ literature

اِک مقدس عقیدت کی صورت مچلتی رہی ہے
آج پھر کیوں میں ان ساعتوں کی سبھی تلخیوں کو، گناہوں کو، خوابوں، عذابوں کی سب لذتوں کو
یاد کی بانجھ کھیتی میں بوتا رہا ہوں
کتنی دیر، آج سوچوں کے سینے پر سَر رکھ کے روتا رہا ہوں
کھلا اب کے یہ دُکھ
کہ نشّے کا آدم جُدا ہے
وہ عالم جُدا ہے

○

پھول، شرارہ، پتھر، سبزہ کچھ ہے، میری مٹی ہے
تم سے میرے پیار کا رشتہ کچھ ہے، میری مٹی ہے

سورج نے چڑھتے آنگن میں کوئی دھنک لہرائی نہیں
دھوپ کا ڈھلتا ڈھلتا سایہ کچھ ہے، میری مٹی ہے

کوئی بل کھاتا سا بگولہ، کوئی اُبلتا سا شعلہ
میرے دِل کا کوئی تماشہ کچھ ہے، میری مٹی ہے

آنکھوں میں مرے دیس کے چشمے سوچوں میں مرے دل کی چمک
لمس تمہارے جسم کا ایسا، کچھ ہے، میری مٹی ہے

تم نے کہا کیا، میں نے سنا کیا، ہائے وہ رخصت کا لمحہ
بولتے لب اور کرب کا سکتہ کچھ ہے، میری مٹی ہے

○

یہ گدائے منزل کیا زادِ راہ لایا ہے
سر پہ دھوپ ہے لیکن ہر قدم پہ سایا ہے

تم بھی اپنی زُلفوں کا سائبان لے جانا
دُھوپ کا مسافر تو، دن گزار آیا ہے

یاد ہے ابھی تازہ، گھر کے راکھ ہونے کی
ظلمتوں کا سوداگر، پھر چراغ لایا ہے

کاروبار ہستی میں، سود ہی زیاں کا ہے
تھا ہی کیا، جو کھویا ہے، ہے بھی کیا جو پایا ہے

پھوار کی لڑی، جیسے روح میں اُتر آئے
ہم نے چاند راتوں میں، تجھ کو گنگنایا ہے

○

وہ گُل ہے، اسے پردۂ خاشاک نہ پہنا
خوشبو کو کبھی رنگ کی پوشاک نہ پہنا

خنجر سے کہاں فصل کٹی، موجہ خوں کی
سورج کو کبھی رات، کبھی راکھ نہ پہنا

یہ چپ کی شکن، دل کی تہوں میں نہ اُتر جائے
سوچوں کی رِدا، اے مِرے سفاک نہ پہنا

پانی پہ کبھی رنگ، کبھی زنگ نہ ٹھہرا
آئینے کو اے جانِ نظر! خاک نہ پہنا

اس تَن پہ ہر اِک تارِ کفن، مارِ کفن ہے
اس تن کو عطا خلعتِ ضحاک نہ پہنا

O

یہ دل بھی زخم ہے، وہ گل بھی گھاؤ رکھتا ہے
تمام شہر طلب کا الاؤ رکھتا ہے

شکستہ شاخ ہو تم، بارشوں کو دو نہ صدا
نشیب اب کے غضب کا بہاؤ رکھتا ہے

یہ حادثہ ہے کہ موسم نے کر دیئے یک جا
وگرنہ خار سے گل کیا لگاؤ، رکھتا ہے

دِکھا کے خواب مجھے، نیند سے جگاتا ہے
مجھے بگاڑ کے، اپنا بناؤ رکھتا ہے

وہ معتبر بھی ہمیں، کر گیا سپردِ ہوا
یہ مہربان بھی، موجوں کی ناؤ رکھتا ہے

قریب ہے، تو قریب آئے، دور ہے تو رہے
یہ کیا کہ پاس بھی ہے اور کھنچاؤ رکھتا ہے

عطاؔ سے بات کرو، چاندنی سی، شبنم سی
خنک نظر ہے، مگر، دل، الاؤ رکھتا ہے

○

ہونا تھا، کارِ مدعی، اور جو ہوا، بجا ہوا
ٹھہری ہماری بات سچ، کہنا ترا، روا ہوا

دیکھ کے شب کی تیرگی، حکم سفر دیا، مگر
راہ میں، اُس نے رکھ دیا، ایک دیا بجھا ہوا

آنکھ لگی، تو سامنے رنگ نگر کی صبح تھی
آنکھ کھلی تو سو گیا، رات کا جاگتا ہوا

دفترِ وقت میں ابھی، ایک حساب اور ہے
قرض تری کمان کا اچھا ہوا، ادا ہوا

آج بھی سوز کا سماں، یاد کے منظروں میں ہے
چشمہ دل بجھا ہوا، خیمہ جاں، جلا ہوا

فیضِ نظر کسے ملا، اِتنی قرابتوں کے بعد
اس کے درِ نیاز پر، ہم نہ ہوئے بھلا ہوا

معنی کے شہر میں عطاؔ، کوئی نہیں ہے دور تک
آدمی بابِ ہست کا نقش ہے اِک مٹا ہوا

○

گھر کے باہر ہے زمستان بہت سردی ہے
یہیں رہ جاؤ مری جان! بہت سردی ہے

نہ کہیں حرف، نہ آواز، نہ صورت، نہ صدا
گرم! اے دیدۂ ویران، بہت سردی ہے

ٹہنیاں بھیگتی جاتی ہیں، دھواں اُٹھتا ہے
جب سے سُلگا ہے گلستان، بہت سردی ہے

کہیں جمتی ہوئی سوچیں، کہیں ٹھٹھرے ہوئے خواب
شہر کا شہر ہے سنسان، بہت سردی ہے

دور تک کوئی نہیں، یخ کے خرابے میں عطاؔ
اے شررخانۂ اِمکان! بہت سردی ہے

○

خواب ہیں اور حویلی ہے
پھر بھی، روح، اکیلی ہے

بَرف کے پالے جسموں سے
مشک کی خوشبو پھیلی ہے

تیرے عشق کا ایک اِک نقش
یاد کی کھلی ہتھیلی ہے

پتھر پہ سبزے کی رِدا
اَبر کی لو سے کھیلی ہے

http://baask.com/literature

یہ میری خواہش کا دُولہا
بِنتِ حَیا کا بیلی ہے

چہرہ ہے شفاف مگر
دِل کی چادر، میلی ہے

میرے گاؤں کے عاشق نے
شہر کی، دُنیا جھیلی ہے

موت کی بوجھے اِک لمحہ
جیون، اَمر پہیلی ہے

پانی، اپنا، یار عطاؔ
اور آگ اُس کی سہیلی ہے

درمیانِ محتسب

کوئی ہم کو، دوزخ کا فیصلہ سناتا ہے
اور کوئی فرقت کی آگ میں جلاتا ہے
ایک واعظِ دوراں، ایک اپنی محبوبہ

ایک محتسب وہ ہے
ایک محتسب یہ ہے

فیض

تہہ آئینہ، قندیلیں فروزاں
سرِ آئینہ، عکس، تیرہ و تار

پسِ کہسار، مہر و ماہ، رخشاں
سرِ وادی، نہ کوئی لب نہ رخسار

وہاں کھلتے ہیں، اس کی زلف کے خم
یہاں گرتی نہیں، خوشبو کی شبنم

کہیں اِقرار کی آوارگی ہے
کہیں دِیدار کے آہُو، گریزاں

اُدھر، اِک بارشِ صوت و صَدا ہے
اِدھر، گھٹتا ہے، گویائی کا موسم

وہاں ہٹتی نہیں دِیوار سے دھوپ
یہاں پگھلے نہیں، کُہسار کی برف

وہ اِک دل، جو دریچے کا دیا ہے
نظر کی ظلمتوں میں بجھ گیا ہے

مگر اِک ضو! جو اترے ہر نفس میں
اِک ایسی لو جو مہکے خار و خس میں

جو کر دے سنگ کو، آئینہ رنگ
سخن کی رُت ہو، اُس کی دسترس میں

اِک ایسی آنکھ جو اس پار دیکھے
پس درسے، تہہِ دیوار دیکھے

http:/ /baask.com/literature

باسک کتابخانہ

گل زمین (گیت)

اس مٹی کی خوشبو جس پر بند نہ برسا پانی
ہر موسم میں مجھے سنائے میری کتھا کہانی
ہر پتھر پہ دیکھوں تیرے ہاتھوں کی ریکھائیں
لہر لہر پر جیسے لکھیں تیرا نام ہوائیں
دھرتی تیری نشانی

اس مٹی کی خوشبو......

یخ میں جیسے تیری سانسوں کی گرمی بس جائے
پت جھڑ کا ہر جھونکا تیرے جسم کو چھو کر آئے
ہر رُت لگے سہانی

اس مٹی کی خوشبو......

رات اُترتے ہی سینے میں دل یوں گھبرا جائے
جیسے چلتن کی چوٹی سے سورج ٹکرا جائے
کہتی ہے ویرانی

اس مٹی کی خوشبو......

باسک کتابچاہ
http:// baask.com/ literature

○

اے حُسن کوہسار آ
تجھ بن فضائے جاں
خزاں خزاں
گل بہار آ

پھیلے کہیں شفق
وادی میں دور تک
تیرا ہی رہ گزر
نظر نظر

سجائے پیار آ
آئے تو وہ کبھی
تھم جائے وقت بھی

یادوں کا کارواں
رواں دواں
ہے انتظار آ

اُٹھے جدھر نظر
ہو تو ہی جلوہ گر
تیرا ہی پیرہن
چمن چمن
ہر آبشار آ

○

گل زمیں اے گل زمیں!
تیری عظمت پر سدا جھکتی رہے میری جبیں
اے گل زمیں......

نذر تیری راہ میں دل کی گُہر، آنکھوں کے پھول
خاک تیری مجھ کو سانسوں کا ثمر، یادوں کے پھول
فکر تیری انگبیں
اے گل زمیں......

خار تیرے، میرے لب پر جس طرح شبنم کی دھوپ
دھوپ تیری، جیسے شب پر چاندنی کا کوئی روپ
درد تیرا دل نشیں
اے گل زمیں......

پیار تیرا چشمہ جاں پر شفق کا سایہ ہے
جیسے سبزے کو اجالے کی کرن سرمایہ ہے
تو نہیں تو میں نہیں

اے گل زمیں......

○

اس رہگزار یاد میں وہ حسن کوہسار
بکھرا ہوا سا خواب ہے گزری ہوئی بہار

تپتی ہوا کی آنچ ہے ٹوٹی صدا کا روپ
حرف وِصال اس کیلیئے چاندنی میں دھوپ

اس رہگزار یاد میں......

بے آب دَشت میں وہ نظر کا سراب ہے
سُورج سے جو حجاب کرے وہ شباب ہے

اس رہگزارِ یاد میں......

دامن ہے آرزو کا کہاں ہاتھ آئے گا
وہ لمس ہے خیال کا دِل ہی جلائے گا

اس رہگزار یاد میں......

○

شام، شفق، ہریالی
جاگے رُت متوالی

خوشبو خوشبو جھومے
لمحوں کا رس چومے

پھول کی ڈالی ڈالی
قدم قدم حیرانی
راہ کا بہتا پانی
سوچیں مِری سوالی

دل درپن میں آئے
بوند کرن بن جائے
سوہنی صورت والی

○

میں جب نام سوچوں تیرا

ہوا گنگنائے

فضا جھوم جائے

جھکے پربتوں نے

مہکتی رُتوں نے

سدا تیری چاہت کے پرچم سجائے

ہوا گنگنائے

تیری یاد لکھیں

ترا حسن سوچیں

یہ شبنم کے شیشے گلابوں کے سائے

ہوا گنگنائے

باسک کتابجاہ
http://baask.com/literature

گھٹا کی جبیں سے
دھنک رِس رہی ہے
پھوروں نے کرنوں کے جھرنے جگائے
ہوا گنگنائے

O

پھول کھلے رت مہکے
آتی ہے تیری یاد رہ رہ کے
لمحہ لمحہ لمس ہے تیرا
ہر آئینہ عکس ہے تیرا
نظر نظر سوچوں میں بہکے

آتی ہے تیری یاد رہ رہ کے
رُت مہکے

پربت پربت تجھے پکارے
وادی وادی روپ نکھارے
قدم قدم پر سبزہ لہکے
آتی ہے تیری یاد رہ رہ کے
رُت مہکے

پیار ترا آنکھوں میں اتاروں
چاہت کا سنسار سنواروں
دل کی بات زباں سے مہکے
آتی ہے تیری یاد رہ رہ کے
رُت مہکے

(بنی ہوئی دھن پر لکھا گیا)

1

O

اِک چاند ہے، ایک ہالہ
تو دھرتی، میں رکھوالہ
تری کرن مسکائے
تری خاک گہر، کہلائے
اِک چاند ہے، ایک ہالہ

مری زیست، مرا سرمایہ
ہے، تجھ پہ خدا کا سایہ
اِک چاند ہے، ایک ہالہ
کہتی ہے شفق کی لالی
تری صبح و شام، ہریالی
اِک چاند ہے، ایک ہالی

تو، دل ہے، جان ہے میری
تجھ سے پہچان ہے میری
اِک چاند ہے، ایک ہالہ

(بلوچی لوک گیت "صوت" کی دھن پر)

باسک کتابچہ
http://baask.com/literature

○

اِک لعل کا دانہ
کہتا ہے زمانہ جسے یکتا و یگانہ
اِک لعل کا دانہ

چھائی ہیں گھٹائیں
سورج کی تمازت ہے اور لہراتی ردائیں
اِک لعل کا دانہ
کہتا ہے زمانہ جسے یکتا و یگانہ

دل دیکھوں افق میں
ہاتھوں کی حنا، اور تری آنکھوں کی شفق میں
اِک لعل کا دانہ
کہتا ہے زمانہ جسے یکتا و یگانہ

بولان کی مہمان

تو پھول سہی، پھول بھی ہے جان، مری جان

اِک لعل کا دانہ

کہتا ہے زمانہ جسے یکتا و یگانہ

یخ بستگی دِل

یادوں میں سجی ہے، ترے دیدار کی محفل

اِک لعل کا دانہ

کہتا ہے زمانہ جسے یکتا و یگانہ

(ایک براہوی لوک گیت سے ماخوذ)

○

یہ شام امر ہے
سانسوں میں ترا ساتھ ہے
یادوں کا سفر ہے
دِل راہ گزر ہے

سوچوں تو تری راہ میں بچھتے ہیں ستارے
دیکھوں تو نظر تجھ کو نظاروں میں اتارے
یادوں کا سفر ہے
دِل راہ گزر ہے

بکھری ہے ترے حسن کی تحریر فضا میں
سنتا ہوں تجھے دل کے دھڑکنے کی صدا میں

یادوں کا سفر ہے
دِل راہ گزر ہے
یہ شام امر ہے
سانسوں میں ترا ساتھ ہے
یادوں کا سفر ہے
دل راہ گزر ہے

ہر لمحہ وہی شام ہے، ہر شام وہ لمحہ
ہم تجھ سے بچھڑ کر کبھی ہوتے نہیں تنہا
یادوں کا سفر ہے
دِل راہ گزر ہے

یہ شام اَمر ہے

اے شام کوہسار
یادوں کی خوشبوؤں میں سجیں آرزو کے تار
اے شامِ کوہسار

لہرائے آب جو
آئینہ رو بہ رو
پھیلی ہوئی شفق ہے اُمنگوں کا رہگزار
اے شام کوہسار

رنگوں کا ہے سفر
کلیوں کی آنچ پر
بھیگی ہوا کی سیج پر سجتا ہے انتظار
اے شام کوہسار

○

پربت پہ کبھی میں نے ترا نام لکھا تھا
اُس نام کا ہر نقش مرے دل پر بنا تھا

ہر رُت میں دھڑکتا تھا وہی نام ہوا میں
اس نام کی مہکار تھی، ہر سمت فضا میں

اِس دِل کی زمیں نے وہی اِک پھول چُنا تھا

سایہ سا نظر آئے خنک دھوپ میں جیسے
مہکائے دھنک رنگ کسی روپ میں جیسے

وہ نام مری روح میں اس طرح رچا تھا

لہراتی ہوئی موج میں اس شخص کی خو ہے
بہتے ہوئے چشمے میں وہی آئینہ رو ہے

وہ آئینہ رو مجھ سے جو مل کر نہ ملا تھا

پتھر پہ کبھی میں نے ترا نام لکھا تھا
وہ نام بس اِک نقش تھا، پانی پہ ہوا کا

○

رِم جھم رِم جھم رُت برسائے
پھوار، کرن، شبنم

خاک پاک دھرتی لہرائے
روپ، دھنک، پرچم

جاگ اٹھی ہے ہر جانب خوابوں کی ہریالی
رنگ ترنگ مہک مہکائے، شوق شفق لالی

جوت جگے ہر دم

سوچوں تو ہر رنگ سے پھوٹے رس کی صبح صبا
اور دیکھوں تو نور نکھارے شام کی سندرتا

دیس کی دین کرم

دور دِیار رہوں تو مجھ کو ریشم خار لگے
چپ سونا آنگن بھی دِل کو سرسنسار لگے
چھیڑے ہے من سرگم

○

اے بیاباں کی ہوا

یہ ترے ساتھ بکھرتی ہے سدا

کس کی خوشبو کی ادا

اے بیاباں کی ہوا

کون اپنا ہے مرے ساتھ، پرائے کی طرح

میرے ہمراہ سدا رہتا ہے، سائے کی طرح

جیسے شبنم میں کرن

جیسے گلشن میں صبا

اے بیاباں کی ہوا

گنگناتی ہے صبا، اُس کے سخن کی صورت

مسکراتا ہے تو کھلتی ہے چمن کی صورت

کوئی موسم ہو، سجے
اُس کی یادوں کی فضا
اے بیاباں کی ہوا

کوئی بادل ہے کہ زلفوں کی گھٹا جاگتی ہے
جیسے سوئی ہوئی راتوں میں دُعا جاگتی ہے

تیری تصویر بنے
میری سوچوں کی صدا
اے بیاباں کی ہوا

http://baask.com/literature

جب جاگ پڑے ہر سپنا
جب ہر سپنا سو جائے
تم کہاں ملو گے

جب شام ڈھلے، شب پھوٹے
جب سُورج بندھن ٹوٹے
جب چاند کلی مُرجھائے
جب تارا تِل بن جائے
تم کہاں ملو گے

○

اگر وہ ہے تو میں نہیں، خُدا اور اُس کا آسماں
میں ایک شخص بے زمیں، خُدا اور اُس کا آسماں

ستارے تیری خاکِ پا تری غلام گردشیں
مری جبیں، مری جبیں، خُدا اور اُس کا آسماں

○

اُن کو پرچھائیں بھی سُورج ہے، گہن آئینہ
حیرتِ نور ہے، وہ ماہ شکن آئینہ

نقش ایسا کہ ازل تا بہ ابد، مہر فشاں
عکس ایسا کہ زمیں تا بہ زَمن، آئینہ

ہم ستم خوردۂ ظلمت ہیں، سراپائے غبار
اے سحر تابِ کرم! اے ہمہ تن آئینہ!

ان کے گنبد کا کلس، پرورشِ طبع کرے
ان کا دَر ہے تو یہ خاکسترِ تن آئینہ

کیا عجب ہے کہ مجھے بھی ہو عطا لذتِ حرف
ماہتاب اس کی نظر، اس کا سخن آئینہ

○

چہ غم کہ دشمنِ ایماں کمیں گاہ میں ہے
حصارِ حفظ میں ہے، جو تری پناہ میں ہے

فرازِ مہر میں ہے، نے فروغِ ماہ میں ہے
وہ اِک چراغ کہ جو تیری جلوہ گاہ میں ہے

بس اِک نظر سے، نگوں سار سَر فراز ہوئے
عجیب سحر، تری عظمتِ نگاہ میں ہے

تو نگرانِ زمانہ کی سلطنت میں کہاں؟
وہ عجزِ خلق کہ جو میرے بادشاہ میں ہے

وہ اِسم وردِ سفر ہو، تو دشتِ محشر تک
ہزار ہا شجرِ سایہ دار، راہ میں ہے

قدم اٹھیں تو چمکتا ہے، اِک منارۂ نور
کبھی بھٹک نہیں سکتا، جو تیری راہ میں ہے

وگرنہ میری جبیں شاد اور وہ دھلیز!
کوئی دَمک تو مِرے دفترِ سِیاہ میں ہے

http://...com/literature

○

قلم ستارہ بنے، مہر و ماہتاب لکھے
مگر یہ تاب کہاں، مدحِ آنجناب لکھے

اُسی کے نور کی تحریر ہیں، زمیں زماں
پھوار حرف چُنے، پنکھڑی گلاب لکھے

اُسی کا وِرد ہیں سب لفظ رازِ اِمکاں کے
کوئی ظہور میں سوچے' کوئی حجاب لکھے

اُسے تو پَرتوِ خوِر کوئی اِستعارہ نہیں
مگر مجھے کوئی شبنم کہے، حباب لکھے

عطاؔ اسی کے عَطائے نظر کی رحمت ہے
کہ میں نے دفترِ دِل میں طلب کے خواب لکھے

غزلیں

○

دروازہ کُھلا رکھا تھا، بَرسات سے پہلے
ہم، تُم سے شناسا تھے، ملاقات سے پہلے

یہ سوچ بھی اِک سلسلۂ خواب نُما ہے
ہر بات پہنچ جاتی ہے، ہر بات سے پہلے

یہ کیسا کرشمہ ہے کہ وہ سَر و سُخن بھی
اب ہاتھ بڑھاتا ہے، مِرے ہاتھ سے پہلے

یہ گُل ہے، وہ نغمہ، یہ صَدف ہے، وہ ستارا
مژدہ یہ مِلا، وصل کی سوغات سے پہلے

اب دشت کی دہشت ہے، سرابوں کا سفر ہے
تم، ہم سے ملے، تلخیء حالات سے پہلے

طوفان کی نیت کی خبر رکھتے ہیں، سو، ہم
لَو، دِل کی بڑھا لیتے ہیں ظلمات سے پہلے

کوئی بھی نہ تھا، مجھ سے خَراباتیء دوراں
یہ زھر تو موجود تھا، سقراط سے پہلے

ہم ایسے فقیروں کو یوں حیرت سے نہ تکیو!
ہم کرب سے گزرے ہیں، کرامات سے پہلے

دَر بَند ہوں، اِک کُنجِ خَرابہ ہے، مگر شاؔد
اِک ذات ہے موجود، مری ذات سے پہلے

(13راگست1996ء)

O

موجودِ رگِ جاں ہو، نظر کیوں نہیں آتے
تُم گھر میں تو رہتے ہو، تو گھر کیوں نہیں آتے

O

شب گُریز پا، اچھا، صبح نارسا، اچھا
اِک سراب سیارہ، گردشِ سَما، اچھا

ہاں! شفق کے شعلوں سے، راکھ ہوگیا، سُورج
تیرگی کی بارش میں، چاند بجھ گیا، اچھا

شاخِ شب پہ آویزاں، مِہر تیرہ بختاں ہے
مژدہ گر، سناتا ہے، حالِ مبتلا، اچھا

دشت کا مُسافر تھا، کھو گیا سَرابوں میں
روشنی کے اندھے کو، آئینہ لگا، اچھا

دل بقدرِ امکاں ہو، اور نظر، یہ حدِ جاں
اک جزا کا بَرزخ ہے، یہ طلب کدہ، اچھا

درد کے خرابے میں، کوئی کب ہوا آباد!
ابرِ بے اِرادہ سے، دشتِ بے رِدا، اچھا

وہ ضمیر زادے ہیں، اُن کا فیصلہ بَرحَق
ہم فقیر کیا جانیں، کیا بُرا ہے، کیا اچھا

عُمر بھر کی قربت کا، کِس نے خواب دیکھا ہے
وَصلِ نا میسر سے، حرفِ دِلکُشا، اچھا

شاؔد! کوئی بھی رُت ہو، روشنی تو دیتا ہے
دوپہر کے سُورج سے، رات کا دیا، اچھا

(28/اکتوبر1986ء)

○

وہ گُل کِھلے، وہ ہُوا وَصلِ یار، کہنے کو
خزاں کو ہم نہ کہیں گے، بہار، کہنے کو

ہمیں کیوں اُن پہ نہ ہو اِعتبار، کہنے کو
ہوئے تھے وہ بھی تو ہم پہ نِثار، کہنے کو

بس اُس کے ہونٹ کی لرزش تھی، بول میرے تھے
اِس ایک چُپ میں تھیں، باتیں ہزار کہنے کو

○

پیاس کُچھ اور بڑھی، شام کے ڈھل جانے سے
دشت سَر ہی نہ ہوا، پار نِکل جانے سے

وہ تو لفظوں سے تَراشے ہے، شَجر کے سائے
دُھوپ ٹل جائے گی کیا، میرے بہل جانے سے

وہی پَت جھڑ، وہی آنگن، وہ خُشکابہءِ جاں
سبزہ عُریاں نہ ہُوا، بَرف پِگھل جانے سے

دِل ہے کیا طِفل کہ خوشبو کو بھی چُھونا چاہے
چاند، مُٹھی میں کب آتا ہے، مَچل جانے سے

http://baask.com/literature

آج میں ہوں، نہ کوئی بزم، نہ چہرہ، نہ چراغ
روشنی راکھ ہوئی، آپ کے کل جانے سے

واعظِ وقت کو شکوہ کہ میں سنبھلا بھی نہیں
کیا سنبھل جائے گا وہ، میرے سنبھل جانے سے

رات باقی ہے، ابھی اور سفر، اور سفر
دِن نکلتا نہیں، اِک شمع کے جَل جانے سے

اُس کے ہر عکس کی پہچان، مِری رُوح میں ہے
دِل بدلتا نہیں، تقدیر بدل جانے سے

زِیست اک سحر سی، اِک خواب سی لگتی ہے عطاؔ
ہم گئے کُوئے ابد، سُوئے ازل جانے سے

(1992ء)

○

تُو صاحبِ حکم ہے، جزا مانگتے ہیں لوگ
معصوم ہیں سو، اِس کی سزا مانگتے ہیں لوگ

سَر پر گھٹا نہ دے، تو فلک پر دُھواں بکھیر
سایہ نہیں، تو سایہ نُما، مانگتے ہیں لوگ

ذرے سے زر، حجر سے شجر، مانگتا ہے کون
محبوس ہیں، ذرا سی ہوا، مانگتے ہیں لوگ

رکھتے ہیں، ریگ باں سے جُوئے آب کی اُمید
کیا سادہ ہیں، سراب سے کیا مانگتے ہیں لوگ

دِل میں بھڑک اُٹھی ہے، گھنے جنگلوں کی آگ
اب کے سَفر میں سَیلِ بَلا، مانگتے ہیں لوگ

ٹھنڈک دِلوں میں، رُوح میں خنکی، نظر میں نم
کیا سادہ ہیں یہ آگ سے کیا مانگتے ہیں لوگ

جس کو فِراق سے نہ غَرض ہے، نہ وصل سے
اُس بے وفا سے، عہدِ وفا مانگتے ہیں لوگ

گھر مُنجمند ہیں، راہ جمی، جِسم بے سَکت
وہ بَرف ہے کہ سَیلِ بَلا مانگتے ہیں لوگ

مقتل میں اپنے خُوں کے عِوَض، سَروَری مِلے
حَسرت زَدہ شہید سے کیا مانگتے ہیں لوگ

اِس رُت میں ایک مشعلِ جاں ہے، سو بُجھ نہ جائے
وہ حَبس ہے کہ لُو کی دُعا مانگتے ہیں لوگ

○

پھر وہی شامِ تماشا ہے، سَحر کے بَعد بھی
پھر وہی بے منزلی، ختمِ سفر کے بَعد بھی

موسمِ گُل ہے، تو پھر وہ گل، وہ خُوشبو ہے کہاں
دِل کا خُشکابہ وہی ہے، فصلِ تَر کے بعد بھی

آبلہ پا ہیں، مگر پھر بھی سَراب آرا ہیں، وہ
ہم ہیں اور صحرا کشی، زخمِ نظر کے بعد بھی

ہم طلاطم زَاد، غرقِ آب کیا ہوں گے کہ ہم
بادباں تیّار رکھتے ہیں، بھنور کے بعد بھی

یہ بھی اس دستِ مَسیحا کی کرامت ہے، عطاؔ
دَرد گھٹنے میں نہیں آتا، اثر کے بَعد بھی

○

وہ جو ایک ضامنِ عُمر تھا، فقط ایک پَل میں گُزر گیا
اسے بَختِ دُردِ شفق نہ تھا، وہ جو شب سے تا بہ سَحر گیا

وہ جو تیرا، میرا، قرار تھا، وہ فریب تھا، وہ فَرار تھا
جو زمیں کو سمجھے تھے آسماں، وہ تو خواب تھا، سو بکھر گیا

وہ جو روشنی کا سفیر تھا، وہ جو آگہی کا ضمیر تھا
وہ جو "شاہ" شام و سَحر کا تھا، وہ گرفتِ مہر سے ڈر گیا

یہ جو وحشتوں کا ہجوم ہے، سَرِ رہ گُزر، تہِ ہَر مَکاں
دِلِ مُضطرب! وہ شکستِ شب، فقط اِک نشہ تھا، اُتر گیا

وہ جو گردِ راہ گزار تھے، وہی منزلوں کے مدار تھے
اے اُجاڑ دشت کے ساکنو! مِرا گھر گیا، مِرا گھر گیا

سَرِ قتل گہہ، تہہِ آئینہ، کہیں اَجنبی، کہیں آشنا
جو گُزر گیا، سو گُزر گیا، مگر اعتبارِ نظر گیا

(قائد کے شہر کراچی کے لئے)

http://baask.com/literature

○

گُلوں کا فَرش تھا، اور گام گام صحرا تھا
تمہارے عہد میں، دریا کا نام صحرا تھا

وہ بَرق ہے تو کرے اَبر وباد کی تسخیر
میں تشنگی تھا، مجھے اِنتقام صحرا تھا

وہ بُوند تھا، تو مِرے دشتِ دِل میں خاک اُڑی
بَنا جو آگ تو جنگل تمام صحرا تھا

سَراب تھا، جو نظر کو اسیر رکھتا ہے
مَیں سوچتا ہوں، مِرے زیرِ دام صحرا تھا

غمِ وِصال میں، ترغیبِ سَیرِ باغ نہ دو
چمن کہ تھا، پئے، ہر خاص و عام صحرا تھا

بھٹک رہا ہوں، میں کاندھے پہ گھر اُٹھائے ہوئے
میں دِل نورد تھا، میرا قیام صحرا تھا

صَدائے سبزہ لگا تھا، وہ دور سے مجھ کو
قریب آیا تو اِک ہم کلام صحرا تھا

ہمارے ہجر میں قُدرت تھی درمیان، عطا
وہ اَبر زَاد، میں اِک تشنہ کام صحرا تھا

○

مکیں اِدھر کے ہیں، لیکن اُدھر کی سوچتے ہیں
جب آگ گھر میں لگی ہو، تو گھر کی سوچتے ہیں

کہ جب زمیں ہی سَیلِ بَلا کی زَد میں ہو
تو پھر ثَمر کی نہیں، پھر شَجر کی سوچتے ہیں

اُڑے تو طے ہی نہ کی، حدِ آشیاں بَندی
اب اُڑ چکے ہیں تو اب بال و پَر کی سوچتے ہیں

تُو میرا دِل تو پَرکھ، میرا اِنتخاب تو دیکھ!
کہ اہلِ حُسن تو حُسنِ نَظَر کی سوچتے ہیں

یہ دَشت ہے تو بگُولوں سے کیا ہَراسانی
سَفر میں کیا، کبھی گردِ سفر کی سوچتے ہیں

کہ مِہر اپنا اثاثہ ہے، قہر اُن کی اَساس
وہ اپنی شب کی، ہم اپنے سَحر کی سوچتے ہیں

ہمیں تو فِکر، مَکاں کی بھی ہے، مکیں کی بھی
حضور! آپ تو دیوار و دَر کی سوچتے ہیں

یہ ایک ہم کہ کریں بات ماہ و اَنجم کی
اور ایک وہ کہ جو تیغ و تبَر کی سوچتے ہیں

فقیر، دِل کے تصرف کی بات کرتے ہیں
نہ مال و زَر کی، نہ لعل و گُہر کی سوچتے ہیں

انہیں دریچہ ءِ زِنداں سے اِک کِرن کی سزا
جو تیرگی میں بھی، رَوشن نگر کی سوچتے ہیں

جو بے خطا کا لہو تھا، وہ کیا لہو ہی نہ تھا؟
جب آ پڑی ہے تو آپ اپنے سَر کی سوچتے ہیں

گِلہ ہے غیر سے کیا، ہم نیاز مندوں کو
وہ عَیب سوچتے ہیں، ہم ھُنر کی سوچتے ہیں

عطاؔ! میں اُن کو بھی دِل سے دُعائیں دیتا ہوں
جو اپنے نفع میں، میرے ضَرر کی سوچتے ہیں

(25/دسمبر1995ء)

کلیاتِ عطاء شاد
باسک کتابجاہ
http://baask.com/literature

○

یہ دِل کا دَشت ہے، یہ زُلف کی گھٹا چاہے
سَفر کے حبس میں دِیدار کی ہوا چاہے

ترے سوا تو نظر میں کوئی جچا ہی نہیں
تجھے نہ چاہے تو پھر کس کو دیکھنا چاہے

بجھا رہے ہیں، مجھے کوہسار کے خَم و پیچ
یہ زندگی ہے، وفاؤں کا سِلسلہ چاہے

بَس، اِس کے بَعد تو جنگل کی شام آتی ہے
سو لوٹ جا، تو اگر ساتھ چھوڑنا چاہے

چہ خوش نظر ہے، عطاؔ! میرے عہد کا گلچیں
جو آگ بانٹ کے خوشبو سمیٹنا چاہے

http://bazm.com/literature

○

پھیلتا صحرا، پگھلتا آفتاب
آبلے ہیں، اور بھنور ہے، اور حباب

آرزو کے پھول، اُڑتی دھول ہیں
آس کا گہرا سمندر ہے، سَراب

سوچ کا ہر حَرف، صحرا کا سُخن
ہر وَرَق اِک رُت ہے، ہر رَت ہے کتاب

دل ہواؤں کی گذر گاہوں میں ہے
اب یہاں کوئی بھنور ہے، نے حباب

http://baask.com/literature

سامنے صحرا بصحرا زندگی
چلچلاتی دُھوپ، دِل اور اِضطراب

ہم بگُولوں کے ستونوں پر کھڑے
دیکھتے ہیں آسماں بننے کے خواب

O

اور اِک دن، کیا دیکھا تھا، اُس نگر کا رَستہ
اُس کے بعد نظر نہیں آیا، گھر کا رَستہ

کیا گلیاں تھیں، کیسے موڑ تھے، شہرِ طلب کے
باہر کا ہر رَستہ تھا، اندر کا رَستہ

اُس نے ایک اِک رِکرن، عذابِ شَب دیکھا ہے
سورج کو کیا سُجھا رہے ہو، سَحر کا رَستہ

روشنی ایسی، کاہکشاں پھُولوں کی بچھائے
خوش چہروں نے روک لیا ہے نظر کا رَستہ

کِس بستی میں ٹھہر گئی ہے، وہ گُل صورت
خوشبو، بُھول گئی ہے، اپنے سفر کا رستہ

شاؔد، اس جسم کا نشہ، دِل کو کھینچ رہا ہے
ہم نے کب کا ترک کیا، سَاغر کا رَستہ

O

عُمر بھر اِک خواب سا، منظر، پسِ دیوار تھا
کُھل گئی جب آنکھ، اپنا گھر نہ تھا، بازار تھا

میں یہ کیوں سمجھا، وہ خوشبو ہے، تو دامن تک رہے
چاند تو جب بھی نظر آیا، نظر کے پار تھا

لب حصارِ تشنگی، دِل اِضطراب، اندر وجود
دَشت کو دِیوار، ساحل کو سکوں بے کار تھا

تُو نے کیا بخشا کہ طمعِ زِندگی جاتی رہی
اِعتبارِ عِشق میں، دِل کا بَدل، دِیدار تھا

روشنی کیا تھی نظرگاہِ غُبارِ رنگ تھی
آگہی کا خواب، شب بیداریءِ آزار تھا

وہ ہواؤں کا مُسافر، راہ پر آیا، مگر
ختمِ منزل کو اسے، میرا، دِیا درکار تھا

ہم عطاؔ! وہ کشتگانِ تنگیِ اِمکان ہیں
جن کو کارِ ہست میں، جاں کا ہُنر بھی بار تھا

(یکم اگست 1986ء)

نظمیں

شَفق کے رنگ، سُورج کی ضِیاء، باسی نہیں ہوتی
محبت، پَربتوں پہ نقش، قَرنوں کی کہانی ہے

طلب، دریا ہی دریا ہے، رَوانی ہی رَوانی ہے
وَفا، تابِ زمانہ ہے وَفا، باسی نہیں ہوتی

http://baask.com/literature

کرخسہ

کَرخسہ کی وادی
ہے

کَرخسہ کی وادی
ہے
بادلوں کے سائے میں
سُرمئی خموشی
ہے

شِیر گرم خُوشبوئیں
قُربتوں کی خواہش میں
دل سے یُوں لپٹتی ہیں
جیسے وَصل گاہوں میں
لذتوں کی پَریوں کے
پَر پھڑکنے لگتے ہیں

جیسے چاند راتوں میں
سَر پھرے چکوروں کے
دِل دھڑکنے لگتے ہیں

سُرمئی خموشی ہے
پھر بھی گرم جوشی ہے
گُرخسہ کی وادی میں

گُرخسہ کی وادی میں
سُرمئی خموشی کی
منتظر محبت میں
سوچ کے گُلابوں کی

آنچ رِستی رہتی ہے
جیسے یاد کی کونپل
اِنتظار کی شب میں
بس، ترستی رہتی ہے
اور پھُول بننے کی......
شبنمی بشارت میں
خود بَرستی رہتی ہے
گزشتہ کی وادی میں
ایک اور وادی ہے
اُس کے لَمس کی خوشبو
سُرمئی خَموشی کو

یُوں اُجال دیتی ہے
جیسے قُرب کی حِدت
بَرف بَرف سانسوں کو
بھی پگھال دیتی ہے
لَذتوں کی پَریوں کے
پَر پھڑکنے لگتے ہیں
سر پھرے چکوروں کے
دِل دَھڑکنے لگتے ہیں
سوچ کے گلابوں میں
نقش، اُس کے پیچ و خم
گرم گرم خوابوں میں

لہر لہر کھلتا ہے
اس کے جِسم کا پَرچم

گُرُخسہ کی شہزادی!
شِیر گرم لَب تیرے
مَاہ گُوں تِری عارِض
گُل نُما بدَن تیرا
پھُول، تتلیاں، جگنو
خواب ....
سَب کے سَب تیرے
خواب، سب کے سب تیرے
گُرُخسہ کی شہزادی!

http://…literature

کیا ہمیں دِکھائے گی
اپنے حُسن کا موسم
اپنے جِسم کی وادی

حرفِ سطحِ آب

ہلکی سی اِک صَدا سی لگی اور گزر گئی
جیسے کوئی غبارِ سماعت جھٹک گیا

بے اَبر اِک کڑک سی ہوئی اور ایک بُوند
جیسے ہوا کی ریت پہ شعلہ بجھا ہوا

وہ حَرف سطحِ آب کا اِک نقش سا لگا
صدیوں نے جس کو سوچ لیا، وقت نے لکھا

مینارۂ فنا تھا، مگر خواہش نظر
زنجیرِ دَر پہ جیسے کوئی دَستِ نارسا

سوچوں کے جانے کتنے بھنور منجمد ہُوئے
وہ بادباں خراب! رَواں تھا رَواں رہا

پھر یُوں ہوا کہ جیسے صَدا ضَرب بن گئی
پھر یہ ہوا کہ جیسے ہوا حَرب بَن گئی

پھر یہ کہ اُس نگاہ ہوس کے حِصار میں
سب کُچھ بِکھر گیا، فقط اِک ذات کے سوا

پھر آنکھ میں اُبھرنے لگی، کرچیوں کے ساتھ
آئینوں میں دبی ہوئی احساس کی خراش

پھر ہر سکوت، ضبطِ لب مُدعا بَنا
پھر ہر نفس میں دشمنِ جَاں بولتا گیا

پھر قصرِ زیرِ آب میں جنبش ہوئی بپا
سیلِ زماں سے تختِ رواں رینگنے لگا

اب عاقبت کا ڈر ہے لہو کی مہک کے ساتھ
اب روشنی ہوئی ہے جبیں کی چمک کے ساتھ

وہ حرف سطحِ آب پہ اِک نقش بن گیا
صَدیوں نے جس کو سوچ لیا، وقت نے لکھا

چار آدمیوں کا ایک ہی جھگڑا

"تم خود کو پہچانو"

"پھر میں تم کو جانوں"

"کون ہو تم؟"

"اور، میں ہُوں کون!"

"کون کِسے پہچانے"

جانے

جانے دو

محبت کی امان

ابھی ملنے کا حاصل کیا
ابھی مِلنا، ایک جیسا ہے

ابھی اِک خواب سا ہے
خواب کی تعبیر کی ساعت نہیں آئی
ابھی کچھ اختیارِ وَصل کی مُہلت نہیں آئی
ابھی، وہ رُت نہیں آئی
ابھی مِلنا، نہ مِلنا، ایک جیسا ہے
ابھی شُعلے تعاقب میں ہیں اِ اپنے خیمہ ء جاں کے
ابھی گہری تمازت کے اثر میں سبزہ َ دِل ہے
ابھی بجلی کڑکتی ہے

ابھی زخمِ من جھلستا ہے
ابھی راہوں کا پیچ و خم، قدم گاہوں کو ڈستا ہے
ابھی گردِ مسافت، سدِ منزل ہے
یہ مُشکل ہے
ابھی مِلنا، نہ مِلنا، ایک جیسا ہے

یہی کچھ سوچنا ہے
یہی کچھ جانتا ہے
یہی کچھ ماننا ہے
ابھی ملنا، نہ ملنا، ایک جیسا ہے
مگر.........

یہ دِل، جو اِک پندارِ آتش ہے
اِسے بُجھنا ہے، اِک دن راکھ ہونا ہے
اگر تم برف کی دِلدار بَن جاؤ
یہ جو اِک بَرقِ بَراق ہے
یہ کیا ہے، میں اگر کُہسار بَن جاؤں
اتر تم، سائبانِ اَبر ہو
تو پھر تمازت کیا!؟
دلوں کو جب محبت کی اَماں ہو
پھر یہ وحشت کیا!؟

دو کے درمیان آخری بات

سوچو، کتنی بار مجھے
قالین لپیٹنا ہے
سوچو!
بولو!
پھر تم کیا روکو گے مجھ کو
سوچو!
پھر میں کیا دیکھوں گا

باسک کتابجاه

گیت

یہ آنکھیں

یہ آنکھیں، یہ حسیں آنکھیں
یہ آنکھیں، جو مِرے اِحساس کی شفاف چلمن سے
مِری حسرت بھری آنکھوں کو تکتی ہیں
مِری سانسوں کو چھوتی ہیں
مِرے دِل میں اُترتی ہیں
مجھے اِک اور دنیا کے حسیں خوابوں کی ہریالی میں
یوں زنجیر کرتی ہیں
کہ جیسے میں کوئی آہُو
بیابان سے ابھی وادی میں آئی ہوں
یہ آنکھیں
یہ حسیں آنکھیں، تم اپنے ساتھ لے جاؤ

تم اپنے ساتھ لے جاؤ، یہ خوابوں کی حسیں دُنیا
مجھے معلوم ہے، میں دشت کی تنہا مسافر ہوں
یہاں تپتے بگولوں کو گھٹا چھونے کی حسرت ہے
صدا چھونے کی حسرت ہے
مُجھے معلوم ہے، لیکن یہاں کوئی بھی اِک لمحہ، کوئی جھلستا ہوا جھونکا
سُلگتی ریت پہ لکھے ہوئے، ہر عکس کو
بے خواب صحرا میں سلا دے گا
مجھے تم سے......
تمہیں مجھ سے بھلا دے گا

(''دشت'' ڈرامہ کے لئے)

ایک گیت

وہی ایک دُنیا میں، جو مِرا شناسا ہے
مجھے سوچتا کیا ہے، مجھے جانتا کیا ہے

ترے عہدِ باراں میں، مِری کِشتِ ویراں کیا
تری زُلف کا سایہ، مِرے دِل کا صحرا ہے

مگر اب بھی وہ قاتِل، مگر اب بھی وہ ظالم
جو سِتم کا مارا تھا، جو کرم کا پیاسا ہے

جِسے دل کی ضَو کہیئے، وہ ہے اِک شَرر اب بھی
جو سَحر کی خلقت میں سرِ شب کا تنہا ہے

ترے شہر شاداں میں، وہی ایک رُسوا ہے
جِسے شآد کہتے ہیں، جو ملول رہتا ہے

شاہ تاج و بالاچ

☆ شاہ تاج!

O شاہ تاج! کون شاہ تاج؟

☆ تم شہ تاج نہیں ہو؟

O نہیں...... میں شہ تاج نہیں ہوں

☆ تو پھر کون ہو؟

جو تم ابھی بجا رہے تھے

وہ چادر ہوں، جس کی اوٹ میں، تُم اپنا چہرہ چھوڑ گئے تھے

وہ آئینہ ہوں جس میں تم اپنی آنکھیں بُھول گئے تھے

وہ مصرعہ ہوں، جس کو تم نے شعر بنایا

☆ کیوں آئی ہو یہاں؟

O تُم نے کبھی خُوشبو سے پُوچھا، پُھول کے پاس وہ کیوں آتی ہے!

http://baask.com/literature

کیا آواز بتا سکتی ہے، سَاز سے اُس کا کیا رِشتہ ہے!

☆ اپنا رِشتہ...... خُوشبو، پُھول کا، سَاز، آواز کا نہیں ہوسکتا

ہم دُشمن ہیں

O ہم دُشمن ہیں!؟

☆ دُشمن کی اولاد......

"دُشمن کی اولاد بھی دُشمن ہوتی ہے

O دُھوپ اور پانی میں دُشمن ہیں، لیکن بارش بَرساتے ہیں

آگ اور تیل بھی دشمن ہیں، اور چَراغاں کرتے ہیں

☆ دَشت میں بارِش کِس نے دیکھی؟

یہاں تو راج بگَولوں کا ہے

اِتنی گہری تاریکی میں، اِتنی تیز ہوا میں

http://baask.com/literature

کیسے چَراغاں ہوسکتا ہے؟

O ہوسکتا ہے

چھوٹا سا اِک تارہلے، تو

گُونگی وَادی گُونج اُٹھتی ہے

جُگنو......اَندِھی تاریکی میں

نُور کے مِصرعے لکھ سکتا ہے

☆ جانتا ہوں......

جانتا ہوں......

گُونج اُٹھی ہے تیرے بھی دِل کی گُونگی وادی

میرے بھی دِل پَر، نُور کے مِصرے لکھے گئے ہیں

لیکن دِل...... بیچارے دِل، کیا کر سکتے ہیں!؟

O پتے...... میں گلشن ہوتا ہے

کونپل...... جنگل بَن سکتی ہے

بُوند...... سَمندر بَن جاتی ہے

☆ تار ہلانا، شِعر بَنانا آساں ہے

شاہ تاج مگر!

دشتِ وفا کا سَفر بہت ہی مشکل ہے

ننگے سَر اور ننگے پاؤں چِلنا پڑتا ہے

اِس میں پچھتاوے کے پَڑاؤ

قَدم، قَدم پر پاؤں جکڑ لیتے ہیں

شوق کی وَادی، موت کی وَادی بن سکتی ہے

منزل نظر تو آتی ہے لیکن آگے بَڑھتی جاتی ہے

پیچھے مُڑ کر دیکھنا منع ہے
پیچھے مُڑ کر دیکھنے والے سِل پتھر ہو جاتے ہیں
دَشتِ وَفا کا سَفر بہت ہی مشکل ہے!

O میں تو اِتنا جانتی ہوں، بالاچ!
کہ پیار کے بول کا پہلا حَرف زباں پَر لانا
ہر مُشکل سے مُشکل ہے
لیکن دَشتِ وَفا میں اُٹھنے والا پہلا قدم ہی منزل ہے!

(''دشت'' ڈرامہ کا منظوم مَکالمہ)

○

اس سے خاموش کلامی کی ہے
بَند آنکھوں میں اُسے رکھا ہے

یاد کے ہاتھوں سے پکڑا ہے اُسے
دِل کی باہوں میں اُسے رکھا ہے

عداوت کے پہاڑوں پر

عداوت کے پہاڑوں پر
کوئی پیغام اُترے گا، محبت کا
تو نفرت کی چٹانیں
سبزہ پہنیں گی مُروت کا
محبت کے سفر پر
کھول دے گا راستے سارے
عصائے مُوسوی کے سامنے
قُلزم کدورت کا
مَیں اپنے پیاس کے قدموں سے
ناپوں گی، کہاں تک ہے
وہ صحرا دُشمنی کا

http://baask.com/literature

دشت، لامحدود نفرت کا
کہ جس سے چشمہ پُھوٹے گا
کسی معصوم ایڑھی سے
اَزل سے تا اَبد
سارے پِیاسوں کی ضرورت کا

(ڈرامہ ''دشت'' کا ایک گیت)

O

اِک عَجب شخص ہوگیا ہوں، میں
دِل کے صحرا میں کھو گیا ہوں، میں

اُس سے مِلنے کی آرزو کی ہے
ریت میں پُھول بو گیا ہوں، میں

اِک بگُولے کے پیچ میں، شاید
خواب اپنے پرو گیا ہوں، میں

جانے کیا سوچ کر، سَرابوں میں
اپنی ناؤ ڈبو گیا ہوں، میں

اب نہ ٹھہروں گا، اب نہ لوٹوں گا
راہ کی دُھول ہوگیا ہوں، میں

دل کے صحرا میں کھو گیا ہوں، میں
(ڈرامہ ''دشت'' کے لئے ایک گیت)

فردیات

ع۔ نظر کے لمس سے پیکر تراشتا ہے کوئی

☆

یہ جو صحرا میں، گھٹا سی کوئی لہرائی ہے
یاد کی آنکھ سے ٹپکی ہوئی تنہائی ہے

☆

دِیوار کو دَر سمجھ رہا ہے
خواہش کو خبر بَنانے والا

☆

یُوں صُبحدَم کِھلا، ترا شب تاب سا بَدن
انگڑائیوں میں جیسے ڈُھلا خواب سا بَدن

☆

http://baask.com/literature
باسک کی (مجلہ)

سب ہی کہتے ہیں بُرا جس کو کہ جو اَچھا ہے
تم ہی اَچھے کہ بُرے کو بھی کہو، اَچھا ہے
سوچ کر اور دُعائیں تُمھیں یاد آئیں گی
لوگ سنتے ہیں مگر تُم نہ سُنو، اچھا ہے

☆

ع۔ وہ جو شب زار میں سُورج کے پجاری ہوتے

☆

تیرے آنے تک، مرا گھر، اِک کھنڈر بَن جائے گا
تو صنوبر ہے، تو بَرسوں میں شَجر بَن جائے گا
خواب کے ہالے میں تُجھ کو، رات بھر دیکھا کِئے
یہ نہ سوچا، کل یہ یادوں کا بَھنور بَن جائے گا

O

اے جاں یہ خموشی کیسی
جاناں! یہ اُداسی کیسی؟

تو ایک دھڑکتی لے ہے
نغمہ ہے سرودِ نے ہے

سنورے تو پھواروں کا راگ!
جھلکے مر مریں گل اندام!

برفاب بدل ، مہ پیکر
قندیل شبِ غم پرور

اِک لطف نظر ہو ہم پر
ہم تیرے لئے دیوانے

(فاضل)

○

میری محبوبہ کونج کی مانند
صبح دم اٹھ کے سیر کو نکلے
اور خراماں کبوتری کی طرح
مجھ کو اپنی ادا سے بہلائے

(جامؔ)

بلوچی لوک شاعری کی یہ چند معروف نظمیں جن کا ترجمہ عطاشاد نے بلوچستان کے معروف، منفرد اور باکمال شاعر جناب عین سلام کی سنگت میں کیا ہے۔ یہ نظمیں عین سلام صاحب کی خواہش اور اجازت سے کلیات میں شامل کی جارہی ہیں۔ ہم تہہ دل سے جناب عین سلام صاحب کے شکرگزار ہیں۔

http://baask.com/literature

سَوت

بلوچی لوک گیتوں کی مقبول ترین صنف ''سوت'' بلوچستان کے قریباً سبھی علاقوں میں مستعمل ہے۔ اس صنف سے متعلقہ گیتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ شادی بیاہ اور دیگر پرمسرت تقاریب میں گائے جاتے ہیں۔ ان گیتوں میں مسرت و بہجت کے جذبات کے علاوہ گاہے گاہے ہجر و فراق اور رنج و غم کے مرقعے بھی پیش کئے جاتے ہیں مشترکہ متضاد احساسات کا پرخلوص اظہار اس صنف کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کی بڑی وجہ ہے۔ ''سوت'' میں مرد اور عورت ناچ اور تالیوں کے ساتھ حصہ لیتے ہیں۔

اوستارہ اہ سری

اوستارہ سری

مار ڈالے گی یہ خوش خرامی تری

مست رفتار جیسے کبک دری

اوستارہ سری

ان سنوارے ہوئے گیسوؤں کی قسم

تو ہے میرے خیالوں کی نیلم پری

اوستارہ سری

تیرا جوبن سنگھار اور میرے لئے؟

اک قیامت ہے تیری کرم پروری

اوستارہ سری

اوستارہ سری : اے سلمہ ستاروں سے مزین دوپٹے والی!

http:// baask.com/ literature
باسک کتابجاہ

تیرے ہاتھوں کی مہندی ہے افسون رنگ
اور زلفیں گھٹاؤں کی جادو گری

او ستارہ سری

تیرا رنگین ملبوس، کشکو گوری
تو چمکتے ہوئے چاند کی ہے پری

او ستارہ سری

کشکو گوری : ایک خاص بلوچی کشیدہ لباس پہننے والی

پیار کی چوڑیاں

پیار کی چوڑیاں
ٹک پروئے ہوئے
موتیوں کی جھمکتی ہوئی کہکشاں
پیار کی چوڑیاں
اے ستارہ جبین
مہ رخ و نازنین
دیکھ آئینے میں جھولتی بالیاں
پیار کی چوڑیاں
حُسن زیبا ترا
ہے خدا کی عطا
زیب خلوت رہیں تیری رعنائیاں

پیار کی چوڑیاں

تیرا روپ اور سنگھار
اے سراپا بہار
آئی ہیں دیکھنے تیری ہمجولیاں
پیار کی چوڑیاں

صلہ

لڑکی: ذرا رک، مجھے اس بلندی سے نیچے اتار آ کے، اے جانے والے

لڑکا: تجھے میں اتاروں، یہ منظور، اے شعلہ پوشاک! لیکن مجھے
اس کے بدلے میں کیا مل سکے گا

لڑکی: تجھے اپنا یہ ہار یا اپنے ہاتھوں کا سنگہ ہی میں دے سکوں گی

لڑکا: مجھے ہار یا تیرے ہاتھوں کے سنگھے سے کیا واسطہ
میں تو شیدا ہوں نازک کٹار ایسی ناک اور پھنکارتے گیسوؤں کا

لڑکی: کٹار ایسی ناک اور لہراتی زلفوں کا بانا
اس قدر کیوں ہے آسان جانا
میں ترے ہاتھ کب آؤں گی میں تو چھپ جاؤں گی
اونچی ٹہنی کے پتوں میں بن کر ترنج

لڑکا: چاٹ جاؤں گا بن کر پہاڑی ملخ، سبز پتوں کا جھنڈ

لڑکی: اور اگر میں برسنے لگوں دامن کوہ میں بن کے ہلکی پھوار؟

لڑکا: اک پہاڑی ہرن بن کے پی جاؤں گا آب شیریں ترا

http:// baask.com/ literature

لڑکی:	اور اگر جوار کا دانہ بن جاؤں میں، جو پڑا ہو کسی خشک میدان میں؟

لڑکا:	بن کے صحرا کا پنچھی اُچک لوں گا میں

لڑکی:	اور اگر بن کے خرگوش سو جاؤں میں جھاڑیوں میں کہیں؟

لڑکا:	بن کے چرواہا، لاٹھی کی ضربوں سے تجھ کو چونکاؤں گا

لڑکی:	اور اگر بن کے میں ایک پگڑی سر نوشتہ پر بندھ گئی تو بتاؤ کہ پھر کیا کرو گے؟

لڑکا:	تو میں ایک گائک بنوں گا۔ تجھے دادِ فن کے عوض مانگ لوں گا

لڑکی:	اور اگر یہ کہوں میں ہوں بے آسرا باپ کی ایک مجبور بیٹی

لڑکا:	تو بن کر فرشتہ اجل کا تجھے لے اڑوں گا

میں اُن آسمانوں کی پہنائیوں میں۔

لڑکی:	مجھے تیرا پیار اور تیرا یقین دیکھ کر ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ شہنائیاں گونج اٹھی ہیں اور ہر طرف ایک ہنگامہ رقص و آہنگ ہے۔

آیار............

آیارزبادافشاں

توزیب خراساں ہے

اس ہجر سے موت آسان

آیارزبادافشاں

رکھوں تجھے پلکوں میں

اے نامہ صددرماں

آیارزبادافشاں

گیسوترے سنبل ہیں

اورلب ورقِ گل ہیں

موتی ہیں ترے دندان

آیارزبادافشاں

من موھنی صورت ہے

تو حسن کی مورت ہے

تجھ پر دل و جان قربان

آیا رز بادافشاں

تجھ بن نہ رہا جائے

نسدن مجھے تڑپائے

رہ رہ کے ترا پیاں

آیا رز بادافشاں

چھوڑ دُنیا کا خیال

چھوڑ زمانے کی یہ باتیں تو میری میں تیرا
تکتا رہتا ہوں کھڑکی سے راہ تری دن رین

نہیں کسی پل چین
کبھی تو ہوگا پھرا

چھوڑ زمانے کی یہ باتیں تو میری میں تیرا
دیوانہ ہوں دیوانہ ہاں میں تیرا دیوانہ

اپنے سے بیگانہ

دل ہے اگن بسیرا

چھوڑ زمانے کی یہ باتیں تو میری میں تیرا
کتنے دکھ کتنے غم دل سے ہو جاتے ہیں دور

ہوتا ہوں مسرور

تک تک تیرا ڈیرا

چھوڑ زمانے کی یہ باتیں تو میری میں تیرا

دیکھ بہاریں آ پہنچیں پھولوں نے لی انگڑائی

بنے سبھی سودائی

چاند نے حسن بکھیرا

چھوڑ زمانے کی یہ باتیں تو میری میں تیرا

دید تری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا آرام

دیکھوں صبح و شام

تیرے رُخ کا سویرا

چھوڑ زمانے کی یہ باتیں تو میری میں تیرا

کیا ہے مری خطا

ہیں بُلبُلیں بھی نالہ کناں اے گل وفا
کیا ہے مری خطا

تو کیا گئی کہ لُٹ گئی آنکھوں کی روشنی
اب تیری یاد لُوٹ نہ لے زندگی مری

ہیں بُلبُلیں بھی نالہ کناں اے گل وفا
کیا ہے مری خطا

ڈھونڈے ہیں میری راتوں کی تنہائیاں تجھے
اے چاند آ بھی جا کہ یہ دِل کی لگی، بجھے

ہیں بُلبُلیں بھی نالہ کناں اے گُل وفا
کیا ہے مری خطا
کوہ ودمن بھی کرتے ہیں تیرا ہی انتظار
تو کھو گئی کہاں مری رُوٹھی ہوئی بہار
ہیں بُلبُلیں بھی نالہ کناں اے گُل وفا
کیا ہے مری خطا
آئی گئی یہ رات مگر تو نہ آسکی
تو ہی نہ اپنا وعدہ و پیمان نبھا سکی
ہیں بلبلیں بھی نالہ کناں اے گل وفا
کیا ہے مری خطا

پنچھی بتا

اُڑتے ہوئے پنچھی ذرا آ یہ بتا میں کیا کروں

جانے وہ کس بستی میں ہے
کس خواب کی مستی میں ہے
کیا میں یونہی رویا کروں

اُڑتے ہوئے پنچھی ذرا آ یہ بتا میں کیا کروں

دل رنج و غم سے چور ہے
مہجور ہے، مجبور ہے
شکوہ مگر کس کا کروں

اُڑتے ہوئے پنچھی ذرا آ یہ بتا میں کیا کروں

دنیا میں اپنوں سے کبھی
کرتا ہے ایسا بھی کوئی
حیران ہوں میں کیا کروں

http://baask.com/literature

اُڑتے ہوئے پنچھی ذرا آ یہ بتا میں کیا کروں

کب تک بجھے گی تشنگی
اس دیدۂ بیتاب کی
کب تک یونہی تڑپا کروں
اُڑتے ہوئے پنچھی ذرا آ یہ بتا میں کیا کروں

لاڑوک

بنیادی حیثیت سے لاڑوک اور سوت میں کوئی مغائرت نہیں، وہی مضامین اور وہی محل استعمال، چونکہ یہ گیت، لڑے، لاڑے، لاڑو، لڑو وغیرہ کے مہمل الفاظ سے شروع کئے جاتے ہیں اور ان الفاظ کی پورے گیت میں برابر تکرار رہتی ہے اس لئے گیتوں کی یہ صنف لاڑوک کے نام سے مشہور ہے۔

لاڑوک مغربی اور وسطی بلوچستان میں بہت مقبول ہے۔

میری ہستی میری فطرت
اپنے کئے پر دل ہے پشیمان
لیلڑو لاڑو ...... لیلڑو لاڑو

اکثر میں راتیں، اے دلبر!
اے دلبر! راتیں میں اکثر
کاٹتا ہوں تارے گن گن کر
اپنے کئے پر دل ہے پشیمان
لیلڑو لاڑو...... لیلڑو لاڑو

عشق ومحبت کھیل نہیں ہے
کھیل نہیں ہے عشق ومحبت
ہنس کے اٹھا دنیا کی تہمت
اپنے کئے پر دل ہے پشیماں
لیلڑو لاڑو...... لیلڑو لاڑو

http://baask.com/literature

اے گل نو بہار......

اے گل نو بہار آ بھی جا
اے در شہوار آ بھی جا
لیلڑے لیلڑے لڑے لاڑے

آمری حورِ عدنِ نخلستان
تیری دوری بنی ہے دوزخ جان
لیلڑے لیلڑے لڑے لاڑے

سر سے آنچل ذرا سا سرکا دے
ان گھنے گیسوؤں کو بکھرا دے
لیلڑے لیلڑے لڑے لاڑے

ھائے اس شہر آرزو کا فسوں
دین و دنیا نثار کیوں نہ کروں
لیلڑے لیلڑے لڑے لاڑے

دل پریشان بھری بہار میں ہے
زندگی تیرے انتظار میں ہے
لیلڑے لیلڑے لڑے لاڑے

مت روٹھ مجھ سے......

مت روٹھ مجھ سے اس قدر
مجھ پر ستم اتنا نہ کر
لاڑے لڑے لاڑے لڑے

تیری جدائی نازنین
بن جائیگی صوتِ حزیں
لاڑے لڑے لاڑے لڑے
(میرے لب خاموش پر)

مت روٹھ مجھ سے اس قدر
مجھ پر ستم اتنا نہ کر
لاڑے لڑے لاڑے لڑے

تیرے بنا یہ چاندنی
کالی بلا بن جائے گی
(دِل کو ڈسے گی عمر بھر)

مت روٹھ مجھ سے اس قدر
مجھ پر ستم اتنا نہ کر
لاڑے لڑے لاڑے لڑے

یہ پھول تیرے پیار کا
جو آج ہے مہکا ہوا
(بن جائے گا زخم جگر)

مت روٹھ مجھ سے اس قدر
مجھ پر ستم اتنا نہ کر
لاڑے لڑے لاڑے لڑے

مجھ کو نہ اب اتنا ستا
اتنا نہ دیوانہ بنا
(ایسا نہ کر، ایسا نہ کر)

مت روٹھ مجھ سے اس قدر
مجھ پر ستم اتنا نہ کر
لاڑے لڑے لاڑے لڑے

اندوہ میں ڈھل جائے گا
بجھ جائے گا تیرے بنا
(دل ہے چراغ رہگذر)

مت روٹھ مجھ سے اس قدر
مجھ پر ستم اتنا نہ کر
لاڑے لڑے لاڑے لڑے

اے دُکھ کی دوا

آ اے مرے دکھ کی دوا
بے کل ہے تجھ بن دِل مرا
لاڑے لڑے لاڑے لڑے
جب تو نہیں اے دل رُبا
بیکار ہے جینا مرا
کیسے جیوں یہ تو بتا
آ اے مرے دُکھ کی دوا
بے کل ہے تجھ بن دِل مرا
لاڑے لڑے لاڑے لڑے
مخمور آنکھوں سے تری
کجلا گئی ہے زندگی

http://baask.com/literature

دل، ہے دھڑکتا حادثہ
آ، اے مرے دکھ کی دوا
بے کل ہے تجھ بن دِل مرا
لاڑے لڑے لاڑے لڑے

یہ مسکراتی چاندنی
یہ رات خوشبو سے بسی

ساغر ہے گویا زھر کا
آ، اے مرے دُکھ کی دوا
بے کل ہے تجھ بن دِل مرا
لاڑے لڑے لاڑے لڑے

سیل الم طوفانِ غم
کس طرح ہوپائیں گے کم

جب تو نہیں درد آشنا
آ، اے مرے دکھ کی دوا
بے کل ہے تجھ بن دل مرا

لاڑے لڑے لاڑے لڑے

آجا کہ ظلمت دور ہو
روشن دِل رنجور، ہو

جاگ اُٹھے بخت نارسا
آ، اے مرے دکھ کی دوا
بے کل ہے تجھ بن دِل مرا

لاڑے لڑے لاڑے لڑے

http://baask.com/literature

ھالو

شادی بیاہ کے موقعوں پر گایا جانے والا یہ گیت بھی سوت ہی کی ایک قسم ہے۔لاڑو کے برعکس ''ھالوھلو'' کی مسلسل تکرار اس کی خصوصیت ہے۔یہ گیت دولہا دلہن کی تعریف وتوصیف میں اس وقت چھیڑے جاتے ہیں جب دلہن کو کلہ (حجلہ عروسی) اور دولہا کو کورگ (وہ خاص مقام جہاں دولہا کو لے جا کر نیا جوڑا پہنایا جاتا ہے اور جہاں نشانہ بازی اور تیغ آزمائی کا مظاہرہ بھی کیا جاتا ہے) میں سجایا جاتا ہے۔

ھالو کا رواج مغربی اور وسطی بلوچستان میں عام ہے۔

ہلو ھالو کہو

ھالو ہلو ھالو ہلو
میری نظر کے نور کو
اس جگمگاتی حُور کو
ھالو ہلو ھالو ہلو

یہ جگمگاتی حُور ہے، ہمجولیوں کی داستاں
ناز اس پہ کرتی ہیں سبھی یہ کنواریاں ہمجولیاں
ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو

اس چاند سی بنو پہ میری زندگی قربان ہے
دیکھوتو کاجل کوبھی ان آنکھوں پہ کتنا مان ہے
ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو

میں ہوگئی ہوں باوری بنو کی صورت دیکھ کر
بنے کو بھی رشک آئے ہے میری یہ حالت دیکھ کر
ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو

نازک بدن گل پیرھن یہ چاند کی مورت دلہن
شوبھا ہے گھر کی لاج ہے کلہ کی یہ زینت دلہن
ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو

زرتار پیراہن سجے بنو کے قامت پر سدا
نازاں رہیں ہمجولیاں بنو کی قسمت پر سدا
ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو ھالو ہلو

ہلو ھالو بنا ہے میر دولہا

ہلو ھالو خوشی کے گیت گاؤ
مناؤ جشن ناچو گُن گناؤ
ہلو ھالو بنا ہے میر دولہا

بہت ہی دور سے آیا ہے بنا
سبھی کی آنکھ کا تارا ہے بنا
ہلو ھالو بنا ہے میر دولہا

سجا ہے پھول سا ملبوس کتنا
مقدر ناز کرتا ہے کسی کا
ہلو ھالو بنا ہے میر دولہا

مبارک اس بہادر کو جری کو
مبارک میرؔ کی دریا دِلی کو
ہلو ھالو بنا ہے میر دولہا

مبارک اس کی غیرت کو حیا کو
مبارک اِس جوان تیغ آزما کو
ہلو ھالو بنا ہے میرا دولہا

سلامت باد اے شاہِ بلوچاں
سلامت باد اے مہرِ درخشاں
ہلو ھالو بنا ہے میرا دولہا

سپت

سپت لفظ صفت سے متاثر ہے۔ اس میں عموماً حمدیہ نعتیہ اور مناقب سے متعلق مضامین ادا کئے جاتے ہیں۔ یہ گیت بچہ تولد ہونے پر کئی راتوں تک زچہ کیلئے گایا جاتا ہے۔ عورتیں مل کر گاتی ہیں اور ساز وغیرہ سپت کیلئے ضروری نہیں۔

بلوچستان کے ضلع مکران کا یہ مقبول لوک گیت عموماً ایک یا دو شعروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

ثنا

فرد: پھول سا بچہ مرا
پاسباں اُس کا خدا

کورس: پاسباں اُس کا خدا
اس پہ ہو ظلِ اِلٰہ

فرد: میں ہوں خدا کا فقیر
پیر مرا دستگیر
میرا خدا ذوالجلال
قادر و دائم مِثال

کورس: اللہ ہو، اللہ ہو
ہے مرا آقا وہی

اور محمد نبی

اللہ ہو اللہ ہو

فرد: مسقط کا کشمش او قند

درماں ہے میرے لال کا

کورس: پروردگارِ دو جہاں

زچہ کا تو ہے پاسبان

فرد: کون ہے جاگا کون ہے سویا

کورس: بندہ سویا رب ہے جاگا

فرد: فرد ہی لائق حمدوثنا ہے

کورس: محمد ﷺ مظہر شان خدا ہے

فرد: پرچم ہو ترا قائم

پھولوں سے سجے دائم

کورس: مست قلندر لا ہو

شہباز قلندر لال

لُولی

لُولی کو مغربی بلوچستان میں نازینک کہا جاتا ہے۔ نازینک نازینگ سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے بچے کو لوری دے کر سلانا ظاہر ہے۔ یہ گیت عورتیں ہی گاتی ہیں۔ بلوچی نازینک یعنی لولی (لوری) میں عموماً بہادرانہ اور شجاعانہ جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔

چشم و چراغ

مرے چاند
منے
مرے دِل کے ارمان، آنکھوں کے تارے، نظر کے اُجالے
مرے لال
منے
...... تو جلدی بڑا ہو کے تلوار اٹھا لے
میں دِل کو سنبھالے
اُسی دن کی ہوں منتظر
...... باپ کے خوں کا بدلہ حریفوں سے لے
باپ دادا کی قبروں کو روشن کر لے
اے مرے پیارے
میرے دِل کے سہارے

مرے چاند

منے

مرے لال

اگر جنگ میں تو بھی کام آ گیا

میں دُلہن کی طرح سج کے ہالوترے نام پر گاؤں گی

ایک تجھ سا جیالا سپوت اور دوں گی جنم

(مجھ کو موتک سے کیا واسطہ)

...... اے مرے لاڈلے

میرے دِل کے سہارے

نظر کے اُجالے

مرے چاند منے

۱۔ ہالو۔ شادی بیاہ میں گایا جانے والا گیت

۲۔ موتک۔ موت کے سوگ میں گایا جانے والا گیت

میں اپنے لال کو لوری سناتی ہوں

علم دیں میرا منا ہے

مرا منا بڑا ہو گا

کٹار اور ڈھال بندوق اور ترکش سے سجا ہو گا

مرا منا بڑا ہو گا

مرے منے سا کوئی بھی نہ ہو گا شہسواری میں

وہ جب میداں میں آئے گا تو دشمن منہ کی کھائے گا

جواب اس کا نہ ڈھونڈے سے ملے گا رزم کاری میں

علم دیں میرا منا ہے مرا منا بڑا ہو گا

مرے بیٹے کی محبوبہ جو ہو گی پھول شہزادی

مرے بیٹے کی جرأت سے

مرے بیٹے کی عظمت سے

http:// baask.com/ literature

باسک کتاب گھر

بہت ہی شادماں ہوگی

مرا منا ہوگا

پیامی بادشہ کا آکے یہ پیغام دے گا

"اے جیالے سورما!

اے مردِ شمشیر آزما!

تجھ سے جواں کی پھر ضرورت ہے وطن کو

دشمنوں کے خون سے کر آب یاری قوم کی

اور سُرخ رُو ہو جا"۔

جلو میں اس کے ہوگا لشکر جرار

سیم و زر کا اک انبار

فاتح بن کے لوٹے گا

مرا منا بڑا ہوگا

میں اپنے لال کو لوری سناتی ہوں

خداوندا مرے ارمان پورے ہوں

زھیروک

زہیروک کو زہیرک، زہیرگ یا زُرُوک بھی کہا جاتا ہے۔ زہیر کے معنی ہیں یاد۔ اس لئے گیتوں کی اس صنف میں عام طور پر انتظار، ہجر و فراق وغیرہ کے مضامین کا بیان ہوتا ہے۔ زہیروک عام لوک گیتوں سے قدرے مختلف ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ یہ مخصوص غم ناک موسیقی کے ساتھ گائی جاتی ہے۔ چونکہ یہ صنف دانستہ تخلیق کی جاتی ہے۔ (مثلاً ماہناز اور اشرف دُراوغیرہ کے زھیروک) اس لئے بعض لوگ اسے بلوچی شاعری کی مروجہ اصناف ہی میں شمار کرتے ہیں مگر الگ موقع محل کی مناسبت سے یہ لوک گیتوں کے زمرے میں آجاتی ہے۔

زہیروک عام طور پر عورتیں چکی پیستے وقت گاتی ہیں۔ چکی کی آواز بھی اس گیت کے تاثر میں مدد دیتی ہے۔ مکران کے علاقے میں شتربان اسے سفر کا ساتھی سمجھتے ہیں اور اس گیت کے غمناک آہنگ سے بچھڑے ہوؤں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

زہیروک بلوچی کی ایک مخصوص طرز موسیقی کو بھی کہا جاتا ہے المناک موسیقی اور کبھی کبھار مضامین کی مماثلت کی مناسبت سے بعض لوگ اسے موتک (جوایک علیحدہ لوک صنف ہے) سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں۔

زھیروک

دشتِ جہاں میں
تیری تمنا .... روشن ستارا

تیرے غموں سے
ہم سوختہ جاں..........اے جان جاناں!

تیری جُدائی
قلب و نظر کی .... مرگ و تباہی

دیوانگی ہے
تیرا بچھڑنا .... دل کا اُجڑنا

تو بس رہی ہے
دِل میں ہمارے..........گیسو سنوارے

اے سبز کبوتر

اے سبز کبوتر مرا پیغام سُنا دے

بچھڑے ہوئے من میت اک سال گیت بیت
اے سبز کبوتر مرا پیغام سُنا دے

تو آئے نہ آئے لیکن تو کہاں ہے
اے سبز کبوتر مرا پیغام سُنا دے

تو مجھ سے ملی تھی پنگھٹ پہ اکیلی
اے سبز کبوتر مرا پیغام سُنا دے

رُخ اونٹ کا میرے سورج کی طرف ہے
اے سبز کبوتر مرا پیغام سُنا دے

یہ قافلہ اور دُھوپ اس دِل میں ترا رُوپ
اے سبز کبوتر مرا پیغام سُنا دے

آمری جان

شب رفتہ کبوتروں کی صدا
کر گئی میرے دل کو افسردہ
اے مری جان آ
آمری جان تجھے خدا لائے

پھوار، نیلے سمندروں سے چلی
میں یہ سمجھا، ترے مہکتے ہوئے
مست گھنگھور گیسوؤں سے چلی

کوئی دیکھے بھری بہاروں میں
خوشبوؤں کی حسین پھواروں میں
دل ناداں تری امنگوں کو

دوست صحرا میں ہے یہاں اس کی یاد
یہاں اس کی یاد
گھر بیٹھنے نہیں دیتی

کوئی مژدہ کوئی پیام آئے
میں ہوں اِس انتظار میں کب سے
چشم بر راہ گوش بر آواز

اے حسین زباد افشاں آ
جان جاں آ
آمری جان تجھے خدا لائے

لیکو

لیکو کو لئیکو بھی کہا جاتا ہے۔ شتر بانوں اور چرواہوں کا یہ گیت خاران کے علاقے میں خاص طور پر مقبول ہے۔

اس گیت میں عموماً مسافرت کا کرب، جدائی کا دکھ اور وصال کی خوشی بیان کی جاتی ہے اور بھیڑ بکریوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور پہاڑوں بیابانوں کی منظر کشی ہوتی ہے۔ کہیں کہیں یہ صنف زھیروگ سے بھی مماثل ہوتی ہے لیکن اس کی مخصوص دھن زھیروگ سے ممیّز کرتی ہے۔

یہ گیت اکثر و بیشتر دونلی یا سروز (بلوچی ساز) کے ساتھ گایا جاتا ہے۔

مِرا اونٹ

بلند آسماں پر
یہ بادل ٹکڑا
جو دیکھا
مجھے یاد آیا
بیاباں میں اونٹ اپنا
مرے اونٹ کا نام ہے چار گوش
اور زینت ہے اس کی
جواں سال بی بی
نئے سُرخ جوڑے میں ملبوس
مرا اونٹ ہے چاق چوبند
پھرتیلا

اب میری منزل مرے سامنے ہے
مرے اور ترے درمیان
یہ بلند او مشکل پہاڑ
کیسے دو دل ملیں، کیسے پہنچے سلام و پیام
یہ چاہی کبوتر سر آب جُو
جو خراماں ہے
جب دیکھتا ہوں
تو دل تیری یادوں کی گہرائی میں ڈوب جاتا ہے
مری محبوبہ سرو قد
آج کس شان سے
اسپ رفتار اشتر کے محمل کی زینت بنی ہے

بید کا سایا

بید کے سائے میں بیٹھا ہوں
(پھر بھی) اک تپتا صحرا ہوں

سبز لی بیٹھی بول رہی ہے
(کانوں میں رس گھول رہی ہے)
دِل ہے جیسے کھلا گلاب

جاؤں گا میں شہر
وہاں سے لاؤں گا
انمول تحائف تیرے لئے

پاؤں یوں بجتے ہیں
جیسے سانولیوں کی تالیاں

http://baask.com/literature

اور ہونٹوں پر ہے ہالو ہلو

بھیڑیں نہر پہ جھکی ہوئی ہیں

سانولیاں، مسرور تالیاں پیٹنے

گھروں سے نکلی ہوئی ہیں

بھیڑیں آئی ہیں چشمے پر

پانی پینے

اور اُن کے ممیانے کے بے ہنگم شور میں

کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی

http://baask.com/literature
باسک کتابجا

کجیر جان

میں رکھ کے زانو پہ قرآن پاک بیٹھا ہوں
خدا کی حمد، خدا ہی کا ذکر کرتا ہوں

کجیر جان یہاں سے کچھ اس طرح گذری
میں کچھ بھی کہہ نہ سکا اور دِل کی دِل میں رہی

کجیر جان ہے رسیلا سا توت کا دانہ
وہ جیتا جاگتا اک معجزہ ہے پریوں کا

سیاہ بال گھٹاؤں کے شامیانے ہیں
عذار انار کی کلیوں کے آشیانے ہیں

۱۔ کجیر جان۔ محبوبہ کا فرضی نام
۲۔ توت۔ شہتوت

دِل اس کی چاہ میں پاگل ہوا اسیر ہوا
میں اُس کے در کا بھکاری ہوا فقیر ہوا

اس آگ میں مری جلتی ہے کائنات جلے
مگر دِلوں کا یہ سمبندھ کاش پھولے پھلے

ماہ جان

لانٹی مہ جان کی ہے چاندی کی
اور آنکھیں خمار آلودہ

مجھ کو اللہ پر بھروسہ ہے
دل مرا پیار میں ہے آسودہ

زندگی حادثہ ہے کیا کیجئے
کاش یہ عہد استوار رہے
اپنا رومال تحفتہً دیدے
تا کہ یہ ایک یادگار رہے
تیرا رومال ہاتھوں کا
تیری آنکھوں کا تیرے ہونٹوں کا

سارا جادو سمیٹ لائیگا

۱۔ لانٹی۔ نتھ

۲۔ مہ جان۔ فرضی نام

تیرا رومال تیرے گالوں

اور ان مہکے مہکے بالوں کی

ساری خوشبو سمیٹ لائیگا

ماہ گُل

ماہ گل سی لڑکی کوئی کیسے نہ چاہے
دو دانت طلائی ہیں پھبن جن کی نرالی
ہلتی کری کی ادائیں ہیں انوکھی

وہ گاؤں کی ہر کنواری نظر کی ہے تمنا
ماہ گل کا چہرہ ہے نئی رُت کا نیا پھول
دِل دشت محبت میں اڑاتا ہے مگر دُھول

اللہ! کروں کیا کسے ھمراز بناؤں
کس سے کروں فریاد کسے درد سناؤں

۱۔ ماہ گل۔ نام
۲۔ کری۔ کان کا زیور

لیلڑی

سوت کی طرح لیلڑی بھی بلوچستان کا ایک بے حد مقبول گیت ہے۔ لیلڑی کی تسمیہ پورے گیت میں لفظ لیلڑی کی تکرار ہے، لیلڑی کے ایک ایک مصرع کا الگ الگ مطلب تو نکل سکتا ہے لیکن جب پورا شعر پڑھا جاتا ہے تو وہ معنوی طور پر غیر مربوط ہو جاتا ہے اور یہی لیلڑی کی خصوصیت ہے۔

لیلڑی ءَ لا

لیلڑی ءَ لا

چُپ چُپ کھڑی ہو لیلڑی ءَ لا
ضو آنکھ کی ہو لیلڑی ءَ لا

اب نہ رہا جائے لیلڑی ءَ لا
تم سا نہ مل پائے لیلڑی ءَ لا
آ ؤ چلی آ ؤ لیلڑی ءَ لا

بس اب نہ ترساؤ لیلڑی ءَ لا
اُلفت ہے جھل بل لیلڑی ءَ لا

آنکھوں کا کاجل لیلڑی ءَ لا
بھیڑوں کو دوھا لیلڑی ءَ لا

پونچھا پسینا لیلڑی ءَ لا
پربت کا پانی لیلڑی ءَ لا
میری جوانی لیلڑی ءَ لا

لیلڑی

لیلڑی ءَ لا

تو آئے مسکائے لیلڑی ءَ لا
زلفوں کو لہرائے لیلڑی ءَ لا
تو ہے آب مری لیلڑی ءَ لا
جیسے کوئی پری لیلڑی ءَ لا
تو آب کُہسار لیلڑی ءَ لا
کونج سی ہے رفتار لیلڑی ءَ لا
اک بگ کی ڈاچی لیلڑی ءَ لا
راہوں کو تکتی لیلڑی ءَ لا
دودھ بھرا مشکیزہ لیلڑی ءَ لا
دل ہے ترا آویزہ لیلڑی ءَ لا

۱۔ مری۔ مری کا علاقہ
۲۔ بگ۔ اونٹوں کا گلہ

لیلڑی

لیلڑی ءَلا

سیوؔی ہے دو گام	لیلڑی	ءَ	لا
دلبر کا پیغام	لیلڑی	ءَ	لا
کونجوں کی ٹولی	لیلڑی	ءَ	لا
شیریں ہے بولی	لیلڑی	ءَ	لا
سیوی ہے سلطان	لیلڑی	ءَ	لا
اور تو ہے ملتان	لیلڑی	ءَ	لا
سیوی ایک جہاں	لیلڑی	ءَ	لا
ڈھونڈوں تجھے کہاں	لیلڑی	ءَ	لا

لیلڑی

لیلڑی ءَ لا

تو آئے نہ آئے لیلڑی ءَ لا

کدھر ہے کہاں ہے لیلڑی ءَ لا

تو پیدل جو آئے لیلڑی ءَ لا

تو میں تیرے صدقے لیلڑی ءَ لا

جو تو آج آئے لیلڑی ءَ لا

بلوچی وفا ہے لیلڑی ءَ لا

لیلی مور

وسطی بلوچستان میں یہ گیت اس قدر مقبول ہے کہ بیک وقت دو زبانوں، بلوچی اور براہوئی میں گایا جاتا ہے۔ لیلی مور میں تقریباً ہر نوع کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ اس صنف کی وجہ تمیز اس کی مخصوص دُھن ہے۔

http://baask.com/literature

آ بھی جا

دِل ترے عشق میں مست و سرشار ہے
سامنے آ بھی جا کون ہُشیار ہے

دِن کو تیری لگن شب کو دیدار ہے
تو ہی دلبر مرا، تو ہی دلدار ہے

مجھ کو دُنیائے ودیں راس کب آئے گی
آگ برسائے گی خون اُگلوائے گی

http://baask.com/literature

ڈیہی

ڈیہی، بلوچستان کے مشرقی علاقوں کا مقبول لوک گیت ہے۔ڈیہہ کے معنی وطن اور ڈیہی وطن سے متعلقہ کے معنی رکھتا ہے۔مگر اس صنف میں وطن یا علاقے کے تذکرے کی کوئی خاص پابندی بھی نہیں برتی جاتی۔ڈیہی میں ہجر وفراق کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔یہ صنف کہیں کہیں اپنی مخصوص دُھن سے قطع نظر سوت سے مشابہت رکھتی ہے یعنی وہ تمام مضامین وخیالات بیان ہوتے ہیں جو سوت اور لاڑوک وغیرہ کا لازمہ ہیں۔

بلوچستان کے بعض علاقوں میں ڈیہی لوک گیت پہچانے بھی یونہی جاتے ہیں کہ ان میں لفظ ''ڈیہی'' کی تکرار ہوتی ہے حالانکہ لفظ ''ڈیہی'' کی تکرار اس صنف سے متعلقہ گیت کیلئے لازمی نہیں۔

http://baask.com/literature
باسک کتابجاہ

پھوارو نُور برساؤ

پھوارو نور برساؤ!
بہاریں کہکر وآؤ
گرج کر قریہ جاناں میں جا کر رم جھماؤ
حُسن و کیف و رنگ چھلکاؤ
پھوارو نور برساؤ!

زمیں کے کہنہ یارو!
کوہ سارو!
مرمر و سیم و زر و آہن کے انبارو
ذرا ان تشنہ لب خشک آب دریاؤں کو چھلکاؤ
پھوارو نور برساؤ!

ذرا ان مشک پرورده شب آسا گیسوؤں والی حسینہ کی خبر لاؤ

پھوارو نور برساؤ!

گلاب و چندن و مشک وزباد و مہلب ودوپ وکلمپر اور عنبر

نقرئی طاسوں میں بھر بھر کر

خلوصِ شوق اور حسنِ تقدس سے گھنی شب کی مہکتی تیرگی میں گھول کر

وقتِ سحر رنگیں شفق کی احمریں کرنوں پہ بکھراؤ

حسیں جذبوں کو اکساؤ!

پھوارو نور برساؤ!

۱۔ کہکرو۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بادلوں کے ٹکڑے جو بارش کی آمد کے مظہر ہوتے ہیں۔

۲۔ ۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔ مختلف خوشبوئیں

دِل کو چین نہیں

آ مری جاں کہ دل کو چین نہیں
تیرے شب تاب گیسوؤں کی بہار
تیری آنکھوں کا مہکا مہکا خُمار
سلک دنداں یہ گوہر شہوار
میرے دِل کا اُجڑ گیا ہے قرار

آ مری جاں کہ دِل کو چین نہیں
جب سے اے جاں بچھڑ گئی ہے تو
مٹ گئے رنگ اُڑ گئی خوشبو
اب مری کائنات ہیں آنسو
اور یہ پارہ پارہ رُوح حزیں

آمری جاں کہ دِل کو چین نہیں

میری آنکھوں کی روشنی ہے تو
دِل کی دھڑکن ہے زندگی ہے تو
تو مرا غم نہ بن خوشی ہے تو

آمری جان کہ دل کو چین نہیں

جانب کعبہ سے اُٹھی ہے گھٹا
جل تھلائیگا بَن ہو یا صحرا
اور شاداب ہوگا ہر قریا
لوگ پھر بھی مگر رہیں گے غمیں

آمری جان کہ دل کو چین نہیں

اے دِل ناتواں

دیوانہ ہو تو اے دل محزوں خدا کرے
جب کچھ نہ بن پڑے تو پھر انسان کیا کرے

اشک رواں سے فرش بھی نمناک ہوگیا
اس بے وفا کا دل نہ مگر موم ہوسکا

وہ شخص کس قدر ہے قبیلے کا لاڈلا
اس چشم سُرمہ سا کی جسے مل گئی وفا

شہرہ یہ شہر میں ہے کہ ھنگام عید ہے
اپنی تو عید جانِ وفا تیری دید ہے

جانا ہی ہے جو گاؤں تو جا، جنت نظر!
لوٹ آنا اس سے پہلے کہ دھندلائے رہگذر

آزاد ہونے دے مجھے قیدِ فرنگ سے
افرنگ بچ سکے گا نہ میرے تفنگ سے

جاں دادنی تو اپنی ہے مشہور ایک لت
ہاں غیر کا ہے دعویٰ جاں دادنی غلط

یہ قید یہ ستم

تقدیر میں ہے دشتِ جنوں کی مسافری
آؤں گا پھر اِدھر کا جو پھیرا ہوا کبھی

جب تو نہیں وطن کی بہاروں کو کیا کروں
اس جنت حسیں کے نظاروں کو کیا کروں

یہ قید یہ ستم مری قسمت میں ہے، رقم
قسمت میں ہے رقم تو یقیناً ملیں گے ہم

یوں مسکرا کر ساری فضا مسکرا اٹھے
جسم فگار بھی یہ مرا مسکرا اُٹھے

دیکھو پرند سبزہ وہ پر تولتا ہوا
مجبوری حیات میں سم گھولتا ہوا

اے سانولی سَلونی! پریشان یوں نہ ہو
تو میری قید و بند سے ہلکان یوں نہ

آجا مری جان

اے مری جاں آ کہ تیرے بغیر
زندگی بیقرار رہتی ہے

موت اچھی ہے ایسے جینے سے
ہجر کے تلخ گھونٹ پینے سے

اے مری جان آ کہ تیرے بغیر
زندگی بے قرار رہتی ہے

عہد فردا پہ یوں نہ ٹال مجھے
ڈس نہ جائے غم وصال مجھے

اے مری جاں آ کہ تیرے بغیر
زندگی بے قرار رہتی ہے

راہ میں تیری، فرش راہ بنوں
دِل مضطر رہوں، نگاہ بنوں

اے مری جان آ کہ تیرے بغیر
زندگی بے قرار رہتی ہے

پا برہنہ نہ چل نیستاں میں
آگ برسا نہ دل کے بُستاں میں

اے مری جان آ کہ تیرے بغیر
زندگی بے قرار رہتی ہے

کاش وہ مرشد برزگ تجھے
میرے اُجڑے نگر میں لے آئے

اے مری جان آ کہ تیرے بغیر
زندگی بے قرار رہتی ہے

http://

موتک

موتک کو بلوچستان کے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ کہیں موتک، کہیں موتیگ اور کہیں مودگ۔ مگر یہ مختلف جسم اس کی وحدت روح کی راہ میں کہیں رکاوٹ نہیں بنتے۔ موتک بلوچی موت سے مشتق ہے جس کے معنی سوگ ہیں۔ اس میں مرنے والے کیلئے رنج وغم کا اظہار کیا جاتا ہے۔ موتک کا ہیتی آہنگ زہیروگ کی دُھن سے بہت حد تک مماثلت رکھتا ہے۔

زبوں حال شفیق ماں

شدتِ عشق سے یہاں
اجڑے بھرے بھرے جہاں

آنکھوں سے میری اے خدا!
نور نہ چھین تو مرا
درد کو لا دوا نہ کر
لختِ جگر کی دید سے
نور نظر کی دید سے
ایسا نہ بے نصیب کر

حالتِ مادر شفیق
کتنی زبون و زار ہے

دِن میں دھواں سی وہ
راتوں کو اشکبار ہے

میرے جگر میں درد کا
شعلہ بھڑ کتا رہتا ہے
دِل ہے کہ بے سبب سا
یونہی دھڑ کتا رہتا ہے

ھائے وہ مادر شفیق
لخت جگر کے ہجر میں
کتنی زبون و زار ہے
دن میں دھواں سی وہ
راتوں کو اشکبار ہے

http://baask.com/literature

ھائے کریم داد

آ، اے کریم داد!
فرزندِ خوش سُخن

تیرے فراق میں ہوں اسیر غم کہن
میں اک شکست خوردۂ صد رنج و صد سُخن

اُمید کا چمن

اس چرخِ شعلہ بار نے برباد کردیا
تقدیرِ تابکار نے برباد کردیا

اک ٹیس اک چُبھن
مجبور زندگی کا مقدر بنی ہوئی
زخم جگر کا جاننے والا نہیں کوئی
میں ہوں شکستہ تن

بدرِمُنیر

آ۔ عزیز روح، خوش الحان امیر!
تیری قسمت میں ہو جوئے شہدوشیر
تو رہے عیش مہد کا ذوق گیر
میں مگر تیرا رہوں منت پذیر
تیری فرقت میں ہوں ظلمت کا اسیر
تو کہاں ہے اے مرے بدرِمُنیر!
تجھ پر قربان کردیا تاج و سریر
تج دیا ہے میں نے زربفت و حریر
مانگ دیکھی ہر دُعائے بے نظیر
مان لی ہے منت پیر و فقیر
پر ہوا کوئی نہ میرا دستگیر
آ، عزیز روح، خوش الحاں امیر

باسک کتابجاہ
http://baask.com/literature

کوہ ماران کا مسافر

دُھند میں لپٹے ہوئے، دُور، بلند
کوہِ ماران سے اُبھرے بادل

کہکر ہے کہ مرے نتھا کی دستار سفید
کوندتی برق ہے شمشیر برہنہ اُس کی
اور دھنک اُس کے جوان اسپ کی مغرور لگام

بادلو برسو، بزرگوں کے مزارات پہ برسو، برسو
اور پھر تھم جاؤ
کہ حسین نتھا کے درشن ہو جائیں

بادلو! کس کے دِل تشنہ سے تم پھوٹتے ہو
کس کی احسان گذاری میں برستے ہو، بھگوتے ہو مجھے

''ہم تو سیمک ہی کہ تپتے ہوئے دِل سے پھوٹے
اور برسے بھی تو سیمک ہی کی خاطر برسے
ہم تو آنسو ہیں تڑپتی ہوئی سیمک کی سدا روتی ہوئی آنکھوں کے
ہم نے دیکھی ہے وہ اُجڑی ہوئی خاتون
جو برباد ہے نتھا کیلیئے
اور جسے آتشِ ہجراں نے بنا ڈالا ہے اک راکھ کا ڈھیر''

میرا نتھا مرا بانکا نتھا
رزم آرا ہے ابھی زندہ ہے
میں جو زندہ ہوں تو موت اس کو نہیں آسکتی
ہاں اُسے موت نہیں آسکتی
نئے تحفے، نئے جوڑے لیکر
اک دن آئے گا، ضرور آئے گا

http://baask.com/literature
باسک کتابجاہ

فکری و جمالیاتی رنگوں کے شاعر
عطا شاد سے گفتگو

عطا شاد کا شمار ملک کے معروف شاعروں میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری فکری حسن و جمالیاتی رنگوں کی شاعری ہے۔

مجھے حسن سے بھی لگاؤ ہے مجھے زندگی بھی عزیز ہے

عطا شاد کی شاعری کے جتنے بھی رنگ ہیں اپنی زمین کے رنگ میں وہ زندہ فکر کا شاعر ہے جو اس کے عہد کے ہر باشعور شاعر کی فکر ہے۔ زمین کی محبت نے عطا کی شاعری کو ایک آہنگ' ایک لہجہ دیا ہے۔ اس لہجے نے عطا شاد کو اپنے جذبوں کے اظہار کا بے ساختہ پن دیا ہے' وہ اپنی شاعری میں بلوچی کے الفاظ بھی برمحل استعمال کرتے ہیں۔ ان کا ایک شعر ملاحظہ کیجئے۔

پھر لہو کی لکیریں سجا کر' آؤ قدموں کو رستہ دکھائیں
وہ بجھائیں اندھیروں کی تلکیں' ہم بجھائیں کہ سب شب تلک ہے

اب عطا شاد کا جمالیاتی پہلو دیکھئے۔

گل دہن کا نشہ' بوئے پیرہن کا نشہ
مہک رہا ہے چمن میں' ترے بدن کا نشہ
پھوار بن کے گرے جس کے حرف حرف کا رس
تری زباں سے سنوں اپنے عشق کی روداد
برف کی رات' سنا کرتے تھے تیرے جسم کے گیت
یاد کے موسم میں پڑھتا ہوں آج بھی وہی کتاب
مجھ شاخ برہنہ پ سجا برف کی کلیاں

پت جھڑ پہ، ترے حسن کا احسان ہی رہ جائے

عطا شاد کی شاعری کے جمالیاتی اور فکری پہلو کا حسن آپ کے سامنے ہے۔ اب ایک شام عطا شاد سے گفتگو ہوئی، وہ بھی ملاحظہ کیجئے، آپ کو معلوم ہوگا کہ عطا گفتگو بھی خوب کرتا ہے۔

ایک شاعر جو میرے شہر میں ہے
ہر گھڑی زندگی کی لہر میں ہے

☆ عطا شاد! آپ کا نام محمد اسحاق ہے، خیر سے اب حاجی محمد اسحاق ہے، آپ اپنی شاعری میں اپنا تخلص کبھی عطا استعمال کرتے ہیں اور کبھی شاد، یہ آپ دانستہ کرتے ہیں یا ضرورت شعری کی وجہ سے؟

o ضرورتِ شعری کی وجہ سے نہیں، مجھے دونوں ہی تخلص عزیز ہیں، کبھی کبھار میں نے شعر میں دونوں ہی استعمال کئے ہیں مجھے دونوں ہی اچھے لگتے ہیں۔

☆ آپ شاعری میں فکری پہلو کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں یا جمالیاتی پہلو کو؟

o دیکھئے شاعری میں دونوں پہلو ساتھ ساتھ ہوتے ہیں آپ یوں کہہ لیں کہ فکر کے بغیر شاعری بے کیف اور حسن و جمال کے بغیر فکر بے رنگ ہوتی ہے، جیسے غالب کہتا ہے۔

تو اور آرائش خم کاکل
میں اور اندیشہ ہائے دور و دراز

جیسے فیض نے کہا:

چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

عطا آپ کا ایک مشہور شعر ہے:

سیلاب کو نہ روکئے، رستہ بنایئے
کس نے کہا تھا، گھر لبِ دریا بنایئے

☆ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سیلاب کو روکنا چاہئے اگر سیلاب کو نہ روکیں تو وہ بڑی تباہی لاتا ہے۔ پھر اس شعر کے دوسرے مصرعے میں کس نے کہا تھا ایک طنز ہے حالانکہ کچھ لوگ گھر لبِ دریا بناتے ہیں یعنی وہ لوگ حوصلہ مند ہوتے ہیں جو مشکلوں سے لڑتے ہیں اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی۔ وہ بہادر ہوتے ہیں جو سیلاب کو روکتے ہیں تاکہ یہ کسی کو نقصان نہ دے آپ اس شعر میں کہتے ہیں "سیلاب کو نہ روکئے!"

o دیکھئے، پہلی بات تو یہ ہے کہ اس شعر کا ایک سیاسی پہلو ہے، ایک سیاسی پس منظر ہے۔ میں نے

اس پس منظر کو جمالیاتی پہلو دے کر شعر کا قالب دیا ہے۔ پورا ملک میرا گھر ہے' اس گھر میں ہر فرد کو بولنے کا حق ہونا چاہئے۔ اپنی رائے دینے کا حق ہونا چاہئے' جو اس کا بنیادی حق ہے۔ اس شعر میں یہی بات کہی ہے۔

☆ آپ ادب میں کس نظریہ کے حامی ہیں' ادب برائے زندگی یا ادب برائے ادب؟

o آج سے تقریباً چالیس سال پہلے جب یہ کہا گیا تو بڑی بحث ہوئی' آپ ادب کو زندگی سے الگ تو نہیں رکھ سکتے' ادب زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔ ادب وہی ہوتا ہے جو زندگی کی صورت گری کرے کہ زندگی میں کیا اچھا ہے' کیا بُرا ہے۔ ادب یہی بتاتا ہے' یہی دکھاتا ہے' زندگی کے ہزار پہلو ہیں ہزار رنگ ہیں' ہزار ضرورتیں ہیں' ادب زندگی کے انہی پہلوؤں اور رنگوں کا عکاس ہے۔ ادب زندگی کے لئے ہے' زندگی کے لئے ہونا چاہئے' ادب زندگی کو سنوارتا ہے' نکھارتا ہے۔ اس لئے ادب کو زندگی آمیز اور زندگی آموز ہونا چاہئے۔

☆ کیا ادب کا کسی نظریہ سے منسلک ہونا ضروری ہے؟

o جی' بہت ضروری ہے! جب تک ادیب کسی صحت مند نظریہ سے منسلک نہ ہو' اچھا ادب تخلیق نہیں کر سکتا جب ادیب یا شاعر اپنے ماحول اپنے گردو پیش' اپنے سیاسی وسماجی حالات سے آشنا نہ ہوگا وہ کیا ادب تخلیق کرے گا؟ جو ادیب انسانوں کی اس دنیا میں انسانی ضرورتوں اور آزادی کا قائل نہیں' معاشرے میں عدم توازن پر نہیں بولتا' نہیں لکھتا' وہ ادیب نہیں ہو سکتا۔

☆ عطا شاد! آپ نے بلوچستان کے پس منظر میں بہت شاعری کی ہے' یہاں کے موسموں' دریاؤں' پہاڑوں' چشموں' دشت وصحرا' روایات اور برف باد شمال کے حسن اور رنگوں کا ذکر کیا اور اس نظام پر بہت کچھ لکھا ہے جو آپ کے نظریہ کی عکاسی ہے' اس پر کچھ گفتگو کریں گے؟

o میں نے استحصالی نظام' چاہے وہ وڈیرہ شاہی ہو' آمریت ہو' سرداری نظام ہو یا ظلم وجبر' پر بہت لکھا ہے اور اس کے خلاف لکھنے پر زیر عتاب بھی رہا ہوں۔

☆ آپ کی ایک نظم ہے "تین کے بعد تو" جو اس نظام کی عکاس اور صورت گر ہے۔ اس نظم کے بارے میں کچھ کہیں گے؟

o وہ نظم میری نمائندہ نظم ہے۔ نظم کے چار مصرعے ہیں لیکن وہ استحصالی نظام اور میری فکر کی عکاس ہے۔ یہ نظم میری شاعری میں سب سے بڑی اچھی نظم ہے' اس نظم سے پہلے آپ ایک اور نظم سنیئے تاکہ آپ کو سرداری نظام کا پس منظر اور پیش منظر سمجھنے میں آسانی ہو...... یہ نظم بھی

http://baask.com/literature

مختصر ہے۔

یہ ایک نظام کا چہرہ ہے' اس نظام کا منظر ہے' جس میں انسان جکڑا ہوا ہے۔ اب وہ نظم سنیئے جو اس ظلم اور ظالم کے خلاف بیداری کی ایک لہر ہے۔

تین کے بعد نو

ایک مکّہ

دو مکّے

اور میں جوڑوں ہاتھ

ایک مکّہ

دو مکّے

پھر بھی جوڑوں ہاتھ

ایک مکّہ

دو مکّے

پھر میں چھوڑوں ہاتھ

یہ دو نظمیں' ماضی و حال کی عکاس ہیں' یہ مری فکر ہے۔

☆ کیا یہ حقیقت ہے کہ آج کل ادب کے بڑے بڑے مراکز سے بہتر شاعری مضافات میں ہو رہی ہے' آپ کا کیا خیال ہے؟

○ آپ ٹھیک کہتے ہیں' یہ حقیقت ہے ادب کے بڑے مراکز میں محض ایک دوسرے کی نقل ہو رہی ہے' یہاں جو ادب تخلیق ہو رہا ہے یا شاعری ہو رہی ہے یا کتابیں شائع ہو رہی ہیں' آپ اگر ان ک ایک ساتھ دیکھیں تو ایک ہی فکر' ایک ہی مضامین نظر آئیں گے جیسے سب ایک ہی رنگ' ایک ہی طرز میں لکھ رہے ہیں۔ کوئی نئی بات نظر نہیں آئے گی۔ جہاں تک مضافات کی بات ہے آپ دیکھیں گے نئی سوچ' نیا احساس' نیا اسلوب نظر آئے گا۔ یہ مضافات کے ادیب و شاعر مرکز سے ذرائع ابلاغ سے دور رہتے ہوئے بڑا ادب تخلیق کرتے ہیں۔

☆ اخبارات کے ادبی صفحات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

○ اس وقت ادبی رسائل ملک میں بہت کم نکلتے ہیں کوئی سال میں نکلتا ہے کوئی دو سال میں پھر

ان کی قیمت زیادہ ہوتی ہے جو قاری کے بس سے باہر ہے ایسے عالم میں اخبارات کے ادبی صفحات ادب کی بڑی خدمت کر رہے ہیں' اخبارات کے ادبی صفحات قاری اور لکھنے والے کے درمیان ربط کا مؤثر اور سستا ذریعہ ہیں۔ اخبارات کے یہ ادبی صفحے جاری رہنے چاہئیں۔

☆ آپ کس شاعر سے اور کیوں متاثر ہیں؟

o میں نون میم راشد اور غالب سے زیادہ متاثر ہوں۔ دونوں مشکل پسند ہیں' ان کی شاعری میں گہرائی و گیرائی ہے' غالب کے یہاں فکر کی گہرائی کے ساتھ ساتھ ایک جمالیاتی ادراک و احساس ہے' راشد کی فکر ہمہ گیر ہے۔ اس کی شاعری فکری اسلوب کی مشکل شاعری ہے۔ اس کی بعض نظمیں سمجھنا مشکل ہے لیکن پھر بھی پڑھنے میں لطف آتا ہے۔

☆ آپ کی نظر میں اس دور یا بیسوی صدی کے کون بڑے شاعر ہیں؟

o اس دور کے عظیم شاعر اقبال' ٹیگور اور فیض ہیں۔ اقبال بہت بڑے شاعر ہیں' اقبال کے یہاں فکر کے ساتھ ساتھ جمالیاتی رنگ بھی اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

☆ آپ کی شاعری میں مقامی الفاظ اپنے حسن و معنی کے ساتھ آئے ہیں کیا آپ اُردو میں دیگر پاکستانی زبانوں کے الفاظ شامل کرنے کے حامی ہیں؟

o میں اس کا حامی ہوں۔ دیکھئے اُردو زبان ہے بھی لشکری زبان۔ اس میں ہر زبان کے الفاظ شامل ہیں' پھر اس میں مقامی یا دیگر پاکستانی زبانوں کے الفاظ شامل کرنے میں کیا قباحت ہے اور اُردو ادب وہی لکھی و بولی جائے گی جو اس زمین پر بولی جاتی ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں بہار کا موسم نہیں ہوتا وہ برسات کو بہار سمجھتے ہیں۔ بہار ہماری زمین پر آتی ہے۔ میں نے اپنی اُردو کتاب ''بلوچی نامہ'' میں بہت سے مقامی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جب میں نے یہ کتاب اُردو بورڈ کو بھیجی تو انہوں نے اعتراض کرتے ہوئے کتاب واپس کردی کہ اس میں بلوچی زبان کے الفاظ زیادہ ہیں۔ انہیں حذف کردو' حنیف رامے نے جو اس بورڈ کے ممبر تھے بعد ازاں مجھے لکھا کہ یہ الفاظ رہنے دو' میں نے اس کتاب میں مقامی الفاظ کو رہنے دیا۔ بلوچستان میں خواتین سر پر چھوٹے چھوٹے شیشوں کی ایک ٹوپی پہنتی ہیں جو ستاروں کی طرح چمکتی ہے۔ میں نے اس کیلئے ''ستارہ سری'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اب دیکھئے اس کے لئے ستارہ سری سے بہتر لفظ کیا ہو سکتا ہے؟ اُردو میں پاکستانی زبانوں پنجابی'

پشتو، سندھی، بلوچی کے الفاظ آنے چاہئیں۔

☆ عطا شاد! آپ اکادمی ادبیات اور جو کام اس نے اب تک کیا ہے اس کے بارے میں کچھ کہیں گے؟

o اکادمی ادبیات نے اب تک جو کام کیا ہے یا کر رہی ہے میں اس سے مطمئن ہوں۔ اس نے عالمی کانفرنس منعقد کی جن میں دنیا بھر سے دانشور آئے۔ ادب کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ باتیں ہوئی ہیں، عالمی ادب سے ہماری آشنائی ہوئی کہ دنیا میں کیسا ادب لکھا جا رہا ہے۔ نئے ادبی رجحان سے آشنائی ہوئی، اکادمی ادبیات پاکستانی ادب کو دنیا سے متعارف کرا رہی ہے دیگر پاکستانی زبانوں کے ادب کو اُردو اور انگریزی میں ترجمہ کر کے اچھا کام کیا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ دیگر چھوٹی چھوٹی ادبی تنظیمیں اکادمی میں مدغم ہو جائیں اس طرح پاکستانی ادب کو مزید فروغ ہوگا۔

☆ عطا صاحب! آخری سوال یہ ہے کہ آپ نے بلوچستان کے ادیبوں کے لئے رائٹرز کالونی کی تجویز دی تھی، اس سلسلہ میں کچھ پیش رفت ہوئی؟

o چیف سیکرٹری صاحب نے اس میں بھی دلچسپی لی ہے، مرکز نے بھی کچھ تجاویز مانگ یہیں، میں نے کہا کہ کالونی میں مکان بنا کر دیں، ایک یہ تجویز آئی کہ صرف زمین دی جائے، ہم نے کہا کہ شاعر و ادیب اتنے ذرائع نہیں رکھتے کہ مکان خود بنائیں، آپ مکان بنا کر دیں۔ اب یہ صورت ہے کہ حکومت بدل گئی ہے۔ سابقہ حکومت کی خواہش تھی کہ وہ کالونی بن جائے۔ بہر حال چیف سیکرٹری صاحب اس کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

ان دونوں انٹرویوز سے قارئین اور حلقہ ارباب قلم کو عطا شاد مرحوم کی ذاتی زندگی اور فن کے حوالے سے بہت کچھ جاننے کو ملتا ہے۔ حالانکہ شعر کی تشریح اور مطلب اخذ کرنے کے لئے شاعر کی زبان سے تشریح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شعر کے معنوی لحاظ سے پرت در پرت کھلتے رہنے کے عمل کو حد فاصل میں مقید کر دیتی ہے مگر ان انٹرویوز میں سوالات کے جوابات میں عطا شاد نے اپنے کئی اشعار کے پس منظر ضرورت اور معانی خود اپنی زبان سے بیان کئے ہیں۔ حالانکہ عطا شاد، پروین شاکر اور ریاض قمر تینوں راہی ملک عدم ہو چکے ہیں مگر یہ دونوں انٹرویوز انہیں ان کی گفتگو کو تحریر کی صورت تا حال زندہ رکھے ہوئے ہے۔

سُرخ پھولوں سے لدے انار کے پیڑ، گزشتہ خزاں کے جھڑے زرد پتوں کے فرش پر حیران کھڑے تھے۔ مجھے اُن میں بلا کی اپنائیت محسوس ہوئی...... خدایا قدر با ہم کیا...... ! شاید یہ کہ ہمیں کسی کا انتظار ہے۔ میں نے منظر میں ضم ہو کے دیکھا تو میں ہرے ٹیلوں کی آغوش میں اکلوتے ایئرپورٹ کے بابِ آمد پر ایک ہاتھ میں سُرخ پھولوں کا گلدستہ اور دوسرے ہاتھ سے ایک پلے کارڈ تھامے کھڑا تھا جس پر اُس کا نام لکھا تھا۔

(ایوب بلوچ)

جدید بلوچی شاعری ان کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے جنہوں نے جدید بلوچی شاعری کو نئی جہتوں سے متعارف کرا کے جدید شعراء کے لئے رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی اُردو شاعری میں بلوچستان جھلکتا ہے اور انہوں نے اُردو ادب میں بلوچستان میں سمولیا ہے۔ ایسی نادر و نایاب شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

(ڈاکٹر عبدالرزاق صابر)

ان کو کلاسیکی شعراء کے کلام میں کافی دسترس اور عبور حاصل تھا اور اس نے اس سے بھر پور استفادہ کیا۔

(ڈاکٹر حکیم بلوچ)

عطا شاد کو علم و ادب کی روشنی میں نہایا ہوا ماحول نہیں ملا جو اپنے جینیئس، اپنے شاعر کا احترام کر سکتا وہ، ایک معصوم آدمی تھا، اس میں سچائی کی قوتیں تھیں۔ بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود اس نے اپنی سچائی اور معصومیت کو مجروح نہیں ہونے دیا۔

(ڈاکٹر فردوس انور قاضی)

اُردو شعر عام طور پر عوامی جذبات کی تسکین نہیں کر سکا اور وہ فنون لطیفہ کی دیگر اصناف مثلاً موسیقی، ڈرامہ اور رقص کے مقابلے میں عوامی سطح سے بہت دور ہو گیا ہے۔

(بیرم غوری)

حانی شہ مرید، شہداد و مہناز اور عومر کا ذکر کر کے عطا شاد اُردو اور بلوچی زبان کے درمیان ایک پل بن جاتا ہے۔

(محسن شکیل)

باسک کتابجاہ http://baask.com/literature